نغمات

اثر

حقائق آگاہ معارف دستگاہ حضرت مرشدِ عالم سیّد اسد الرحمٰن قدسیؔ

دامت برکاتہم

مطبوعہ

لطیفی برقی پریس دہلی دروازہ دہلی

حضرت لسان الغیب علامۂ سید اسد الرحمٰن قدسی
اعلی اللہ مقامہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از ادیب جلیل مولوی محمد یوسف صاحب قیصر

شاعری

ادب و انشا میں شاعری کو ایک ممتاز جگہ حاصل ہے۔ نثر نویسی کا کام تو اکتسابی قابلیت سے ہر شخص انجام دے سکتا ہے لیکن نظم نویسی ایک وہبی چیز ہے جو "ایں سعادت بزور بازو نیست + تا نہ بخشد خدائے بخشندہ" ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ طبیعت کا موزوں ہونا۔ جذبات و تخیلات کو ان گوناگوں پابندیوں اور عوائد کے ساتھ نظم کرنا بہت ہی مشکل کام ہے جو اساتذۂ عروض و نحو نے پیدا کر دئے ہیں۔

غزل کی دشواریاں

نظم نویسی میں سب سے مشکل شعبہ رباعی کے بعد غزل کا ہے۔ اگرچہ غزل گوئی ایک عام چیز ہے لیکن سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ اس کا میدان کس قدر تنگ ہے اور مسلسل خیالات کو اس میں ظاہر کرنا بے حد دشوار ہے، ایک ہی شعر میں پابندیوں کا لحاظ کرتے ہوئے ہر نوع کے تخیل کی ابتدا ہوتی ہے

اور اسی پر انتہا ہوتی ہے اور اس طرح ایک شاعر کے وہ جذبات جو سمندر کی طرح موّاج ہوتے ہیں ایک کوزہ میں بند ہو جاتے ہیں۔

غزل مشرقی ادب کی پیداوار ہے

غزل صرف ایشیا کی پیداوار ہے اگرچہ یونان کے قدیم علم ادب میں دعا اور مناجات کے بعض اشعار ملتے ہیں لیکن یہ چیز التزام کے ساتھ نہیں ہے۔ غزل تو اپنے رنگ میں ایک مستقل فن کی حیثیت رکھتی ہے اور علم ادب کا ایک لطیف شاہکار ہے۔

غزل میں غیر مانوس الفاظ کا استعمال

اردو زبان میں غزل کا مسافر زبان کی غیر وسعت پذیر وادیوں میں بھٹکتا رہتا ہے اور سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ وہ سادہ الفاظ کو چھوڑ کر جو دل نشین اور مؤثر ہیں دوسری زبانوں کے گراں بار الفاظ استعمال کرے۔ دور حاضر کے اکثر شعراء نے غزل کی زبان کو ناقابل فہم بنا دیا ہے جس نے شاعر کے خیالات سے سخن فہم حضرات کو استفادہ کا بہت کم موقع دیا ہے۔

شستہ زباں میں کیجیے قدسی بیان حال
اظہار مدعا کو نہیں حاجت لغات

اکثر اساتذۂ فن کی غزلیں سادگی اور سلاست کا بہترین نمونہ ہیں جن میں ان کے جذبات و تخیلات صاف ستھرے پانی کی گنگا جمنا بن کر بہتے چلے جاتے ہیں۔

"کلام قدسی" مرشدِ عالم حضرت اسد الرحمٰن قدسی مدظلہ العالی کا زیرِ تبصرہ کلام بھی غزلوں کا ایک ایسا مجموعہ ہے جو اپنے اندر بے حد دلکشی اور نا ثرات رکھتا ہے۔ اس کلام میں زبان کے منہیات کی کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جو دوسرے غزل گو شعرا کے یہاں موجود ہے اور جس سے پایا جاتا ہے کہ غزل لکھتے وقت وہ تمام ذمہ داریاں حضرت کے پیش نظر رہیں جو زبان اور ادب وانشا کی طرف سے ایک شاعر پر عاید ہیں۔

غزل ایک لطیف ذریعہ ہے — حقیقت یہ ہے کہ دلنشین اثرات کے لئے غزل نہایت ہی لطیف ذریعہ ہے۔ ایک شاعر اپنے خیالات کو جس بہتر طریق پر مخاطب کے دل و دماغ میں پہونچا دیتا ہے اور جو غیر فانی اثر پیدا کر دیتا ہے یہ بات دوسری چیزوں سے مشکل ہے اور اس معاملہ میں ایک خطیب سے ایک شاعر کا درجہ افضل ہے۔

عشق و محبت کی آواز — اگرچہ غزل کا مقصد "عشق و محبت" رکھا گیا ہے اور یہ عام طور پر محبت کی سرزمین ہے لیکن اس کے پردہ میں بہت سے نغمات پیدا کئے جا سکتے ہیں اور ایک شاعر اگر چاہے تو ہر قسم کے مسائل و معاملات کو اس کے ذریعہ سے دل نشین بنا سکتا ہے۔ عشق و محبت سے انسان کا لگاؤ زیادہ ہے اور دنیا میں یہی ایک چیز ہے جس نے نہ صرف ادب وانشا میں روح پیدا کی بلکہ انسان کے ہر شعبہ حیات میں اسی کی

کارفرمائیاں ہیں اور بغیر اس کے زندگی کے مسائل کا حل ہونا غیر ممکن ہے
اس لئے اگر ایک شاعر اپنے خیالات کو خواہ وہ کسی نوع کے ہوں
عشق و محبت کی زبان سے سنائے تو اس سے بہتر اُس کی اشاعت،
مقبولیت اور اثرات کے غیر فانی صورت میں دلوں پر نقش پذیر ہونے کا
اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

حضرت اقدس مدظلہ کو ابتدا ہی سے روحانیات و لطائفِ معرفت
و حقیقت سے شوق کامل ہے اس لئے اسی قسم کے جذبات و
تخیل کو عشق و محبت کی زبان سے جس حُسن ادا کے ساتھ ظاہر فرمائے
ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ممدوح نے اُس چیز کو حاصل کرلیا جو دوسرے
شعرا کی نظر سے پوشیدہ ہے۔

حضرت اقدس مدظلہ کا کلام اگرچہ بظاہر عشق و محبت کی ایک
دلکش داستان ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے معرفت
و طریقت کے مسائل کو اس آسانی اور خوبی سے حل کردیا کہ وہ دل نشین
اثرات کے ساتھ مخاطب دماغ کو متاثر کرسکے اور ادبی دلچسپیوں
کے ساتھ وہ اُن نکات اور معارف سے بھی آگاہ ہوجائے جو کثیر الحجم اور
ضخیم کتابوں کی ورق گردانی سے شاید حاصل نہ ہوسکیں۔

کیفیت و تاثرات شاعری میں صرف الفاظ ہی کام نہیں دیتے ہیں اور شعر کی عروضی ترتیب

اور نحوی ترکیب سے ہی ذوق قلب کی تشنگی دور نہیں ہوتی بلکہ ان چیزوں کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے جو شاعری کی روح رواں بلکہ شاعری کا حقیقی مقصد ہے اور وہ چیز ہے شعر کی کیفیت اور اس کے تاثرات۔ جو الفاظ کی حدود سے اگرچہ باہر ہیں لیکن ان ہی کی زبان سے یہ چیز پیدا ہوتی ہے۔ دماغ میں جگہ پاتی ہے اور حالات کے لحاظ سے اس کی قدر و منزلت کی جاتی ہے۔

جذبات

اس میں شک نہیں کہ الفاظ جذبات و تخیل کا آئینہ ہیں اور ان ہی سے کیفیت شعری معلوم ہوتی ہے لیکن یہ چیز ان سے بالکل علیحدہ نظر آتی ہے۔ رنج و غم، فکر و آلام، عیش و نشاط، درد و کرب خلش و طپش اور اسی قسم کے جذبات اگرچہ الفاظ میں بیان کئے جاتے ہیں اور کوشش کی جاتی ہے کہ یہ تصویر الفاظ کا جامہ پہن کر نظر کے سامنے آئے لیکن تاثرات کو اس سے کوئی نسبت نہیں ہوتی وہ لامعلوم طریق پر الفاظ پر چھائے ہوتے ہیں اور دیکھنے اور پڑھنے کے ساتھ ہی دماغ میں جاکر اپنا عمل کرتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ سامع اور قاری کی استعداد طبیعت پر ان کے جذب و اثر کا انحصار ہے۔

شاعر کی "سیرۃ"

وہ لوگ جو شاعری کا صحیح ذوق رکھتے ہیں اور حقیقی طور پر ان کے دل و دماغ اس سے اثر پذیر ہوتے ہیں وہ شاعر کے صرف کلام و اشعار سے

اس کے خیالات ہی معلوم نہیں کرتے ہیں بلکہ اس کے حالات زندگی سے بھی باخبر ہو جاتے ہیں وہ معلوم کر لیتے ہیں کہ اس کا دماغ کیسا ہے اس کے جذبات کیا ہیں، وہ کس قسم کے خیال کا انسان ہے یہی نہیں بلکہ یہ چیزیں بھی ان کے علم میں آجاتی ہیں کہ شاعر کیا اوضاع و اطوار رکھتا ہے اُس کی زندگی کا مقصد کیا ہے وہ کیا چاہتا ہے کن چیزوں سے اس کو رغبت اور کن چیزوں سے نفرت ہے۔ شاعری شاعر کے خصائل کی بھی آئینہ وار ہوتی ہے اس کے تمام اوصاف ایک ایک کر کے نظر کے سامنے آجاتے ہیں۔غرض کہ اگر کوئی صحیح ذوق رکھنے والا انسان چاہے تو وہ شاعر کی تمام سیرت صرف اس کے اشعار سے مرتب کر سکتا ہے اور یہی ایسی چیز ہے جس میں بہت کم مبالغہ کی گنجائش ہوتی ہے کیونکہ جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ شاعر کی زبان سے' اسی کے اشعار سے، گویا شاعر خود اپنے حالات، خصائل، کردار، اعمال افعال اپنی زبان سے مخاطب کو سناتا ہے لیکن اس کے لئے "گوش شنوا" ہونی چاہئیں یعنی ایسا ذوق سخن فہمی جو اخذ نتائج کا حامل ہو۔ مگر اس کے لئے یہ ضرورت ہے کہ جس شاعر کے کلام سے اس کے حالات پر روشنی ڈالی جائے اس کے متعلق پہلے سے کوئی رائے قائم نہ کر لی گئی ہو ورنہ پھر اس میں کامیابی غیر ممکن ہے۔

حضرت اقدس مدظلہٗ کی شاعری

حضرت اقدس مدظلہٗ کی شاعری ایک روحانی شاعری ہے اگرچہ ممدوح کے کلام کی حقیقت کو ظاہر بیں آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں ممکن ہے کہ وہ عشق و محبت، وصل و فراق اور بادہ و مینا کی سرشاریوں میں رہ جائیں اور ان کا دماغ اس سے آگے نہ بڑھ سکے کہ وہ معرفت ربانی کے جلووں کو اس کی حقیقی روشنی میں دیکھ سکیں۔

سیرت کا اثر شاعری پر

حضرت اقدس مدظلہ کے کلام کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ممدوح کی زندگی کے تمام پہلو طریقت و سلوک اور انوار معرفت سے کس قدر تابناک و منور ہیں اور یہ تو لازمی ہے کہ جس انسان کی زندگی ابتدا ہی سے طریقت و معرفت میں گذری ہو اور اس منزل کی تمام سنگلاخ وادیوں سے گذر چکا ہو اُس کا کلام دنیوی نقطۂ نظر سے اگرچہ کتنا ہی دلچسپ اور دلکش ہو لیکن وہ اپنے اندر تجلیات باطنی کی ایسی جلوہ ریز شعاعیں رکھتا ہے جو دلوں کو انوار الٰہی سے معمور کر دیتی ہیں اور انسانی دل و دماغ کو کیفیات سلوک و طریقت سے سرشار بنا دیتی ہیں۔

دیوانہ ہے تو جس کا قدسیؔ　　پروانہ ہے تو جس کا قدسیؔ
دیکھ اپنے ہی دل میں غافل دیکھ　　آئینہ میں ہے تصویر وہی

قدسیؔ کہاں نہیں ہیں کسی کی تجلیاں
وسعت ذرا نگاہ میں پیدا کرے کوئی

پہلا مجموعہ

حضرت اقدس مدظلہ کی غزلوں کا پہلا مجموعہ سنہ ۱۹۳۰ء میں طبع ہوا تھا جس میں حضرت محترم کی شاعری کے اختراعات فائقہ ہیں، جس کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت قبلہ معرفت و طریقت کے سالک نہ بھی ہوتے تو بحیثیت شاعر ہمارے ملک میں ایک ممتاز اور نمایاں جگہ کے مالک ہیں اور اس وقت بھی جب کہ تمام تر زندگی خدا کی یاد میں گذری ہے مبارک کلام اسرار طریقت کا ایک بے مثل گنجینہ ہے ہر شعر میں دلکشی کے ساتھ ایسے رموز بھی ہیں جو اہل درد کے لئے کیف آگیں ہیں۔

زیر تبصرہ کلام "نغمات" دوسرا حصہ ہے اور اس میں بھی جو اسرار و غوامض کے سمندر ہیں وہ ایک طرف ادب و انشا میں زندگی کی موجیں پیدا کر رہے ہیں اور دوسری طرف معرفت و حقیقت کی سازگار ہوا سے، کشتی شکستگان کو ساحلِ مقصود پر پہونچا رہے ہیں۔

سفینہ گھومتا پھرتا ہے گرداب حوادث میں
مری نظروں سے کوسوں دور ہے تصویر ساحل کی

تقدس مآب حضرت اسد الرحمٰن قدسی مدظلہ العالی اُن روحانی پیشواؤں میں ہیں جو ہندوستان کیا بلکہ تمام عالم اسلام کے لئے باعث فخر ہیں۔ ممدوح کی تمام تر زندگی ریاضت، مجاہدہ اسرار طریقت

ومعرفت میں گذر گئی اور گذر رہی ہے ۔ اس حالت میں شاعری بھی
ایک ایسی ریاضت ہے جس سے دوسروں کو ایک علمی، ادبی اور
روحانی فیض حاصل ہوتا ہے ۔ اگرچہ جو اسرار و رموز حضرت محترم کے
اشعار میں ہیں ان کا سمجھنا تو ایک امر محال ہے، پھر بھی عام دلچسپی کے لئے
جو پیرایۂ بیان اختیار کیا ہے اس سے حضرت محترم کے ذوق تغزل کی
پختگی کا ثبوت ملتا ہے ۔

حُسن ادا و خوبی بیان

غزلوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حُسن ادا اور خوبی بیان کا
بہتر سے بہتر پہلو اختیار کیا گیا ہے جس قدر طرز ادا اچھا ہوگا بیان میں
لطافت پیدا ہوگی ۔ ایک مضمون کو ہزار طریقہ سے بیان کیا جاتا ہے اور
اس سے کوئی اثر پیدا نہیں ہوتا لیکن کوئی دردمند فصیح البیان کچھ اس
انداز سے ادا کرتا ہے کہ قلب پر جادو کی طرح اثر ہوتا ہے

دیکھا جو نور اُس رخِ بے نقاب کا ۔۔۔ شبنم کی طرح رنگ اُڑا آفتاب کا
اک بار اور میری طرف مسکرا کے دیکھ ۔۔۔ اک جام اور دے مجھے ساقی شراب کا

کہاں کا جلوہ، حجاب کس کا، ادائیں کیسی، شباب کس کا
خدا ہی جانے کہ دل ہوا ہے مرا تباہ و خراب کس کا
کلی کلی مسکرا رہی ہے، نسیم نکہت فشاں ہوئی ہے

نہ جانے پھولوں پہ چھا گیا ہے چمن میں رنگیں شباب کس کا

تمہاری آنکھوں کی مستیوں نے بھرے ہیں جذباتِ کیفِ دل میں

نشاطِ بزم سرور کیسی، سرورِ جام شراب کس کا

لذّتِ آلام — حضرت اقدس مدظلہ کے کلام میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ مصائب و آلام سے بجائے فریاد کے ایک گونہ لذت کی چاشنی محسوس فرماتے ہیں۔

سازِ شکستہ کیوں دلِ خاموش بن گیا تارِ نفس میں کیا کوئی نغمہ نہیں رہا

ہزار عالم حسرت ہیں دل کی دنیا میں خدا ہی جانے کہ کس کس میں مبتلا ہوں میں

محاکات — محاکات کا رنگ بھی حضرت مدظلہ کے کلام میں ہے جس میں مناظرِ فطرت، وارادتِ عشق اور دیگر مواقع کا نقشہ اس طرح کھینچ دیا ہے کہ شعر پڑھتے ہی آنکھوں کے سامنے تصویر کھنچ جاتی ہے۔

وہ بھی کچھ آبدیدہ ہوئے، چارہ ساز بھی کیا میری زندگی کا بھروسا نہیں رہا

مجھ کو جواب دیکر شرمندہ ہو رہے ہیں اُن کا جواب خود ہی اُن کا جواب نکلا

اثر دل نشینی — اثر دل نشینی کے لحاظ سے حضرت قبلہ مدظلہ کا تمام کلام تاثرات اور درد کا مسکن ہے۔

اک تبسم، کائناتِ زندگی اک تجلی مدعائے دردِ دل

وہ بھی مجھ کو دیکھ کر گھبرا گئے　　دیکھئے اب کیا دکھائے دردِ دل

ترتیب کلام　اس مجموعہ کی ترتیب بھی اُس شاعرانہ رسم ورواج کے خلاف ہے جو مدت دراز سے چلی آتی ہے، غزلیں باعتبار مضامین اور مفہوم ومطالب و بیان ایک جگہ آگئی ہیں اور اس کے لئے پڑھنے والے کو زیادہ پریشان نہیں ہونا پڑے گا۔ امید ہے کہ یہ ترتیب کلام بالعموم پسند کی جائے گی۔

تجلّیات جو پیدا ہوئی تھیں دشت سینا میں
عیاں ہیں ذرہ ذرہ سے وہ میرے دل کی دنیا میں

توضیح کلام　شاعر کا کلام کسی تشریح و توضیح کا محتاج نہیں ہوتا ہے اور نہ شاعر کے اصلی مخاطب وہ اصحاب ہیں جو اس کے کلام کے معانی و مطالب سمجھنے سے عاری ہیں، وہ کیفیت جو شعر سُننے کے بعد قلب پر طاری ہوتی ہے حقیقت یہی ہے کہ وہی کیفیت شعر کی اصلی تشریح و توضیح ہے

ذوقِ سخن فہمی　جو لوگ ذوق سخن فہمی سے عاری ہیں یا وہ کسی خاص کلام سے کوئی ذوق و شوق نہیں رکھتے ہیں اور ان کے قلب پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے وہ لوگ کسی حالت میں شاعر کے اصلی مخاطب نہیں ہیں اور نہ ان کے لئے اُس شاعر کے کلام میں کوئی ایسی چیز ہے جو ان کو دعوت دے سکے۔

شرح اشعار

اکثر اردو شعرا کے کلام کی شرحیں تیار ہوئی ہیں جو مستقل طور پر ایک تصنیف کا درجہ رکھتی ہیں اور اکثر شاعروں کے ذوق خصوصی کے تحت میں ان کے کلام کی شرح و تفسیر بیان کی گئی ہے لیکن وہ کسی وقت قلب پر اثر انداز نہیں ہوتی اور نہ اس سے قلب کو کوئی تسکین ہوتی ہے بلکہ طبیعت میں ایک انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور وہ وجدان و کیفیات جو شعر سننے اور پڑھنے کے بعد قلب پر طاری ہوتی ہیں اور جن کو سامع یا قاری کا ذوق صحیح اور بمقدار اُس کے ذوق کے شعر کی توضیح کہا جا سکتا ہے بالکل فنا ہو جاتا ہے اور وہ ایک عجیب الجھن میں گرفتار ہو جاتا ہے کہ شارح اور مفسّر کے منشار کے مطابق اپنے ذوق و کیفیت میں تبدیلی پیدا کرے یا نامعلوم طریق پر شعر سے جو کیفیت اُس کے قلب میں پیدا ہوئی ہے اس سے محظوظ ہوتا رہے۔

میری ذاتی رائے

حضرت اقدس مدظلہ کے اشعار پڑھنے کے بعد میرے قلب میں جو خاص کیفیت پیدا ہوئی ہے ممکن نہیں ہے کہ اس کو الفاظ کا جامہ پہنایا جائے لیکن حضرت محترم کے جستہ جستہ اشعار اس موقع پر لکھتا ہوں۔ حضرت مدظلہ کا کلام ایک تبلیغی کلام ہے جو اپنے اندر ایسی جذب و کیفیت رکھتا ہے کہ لوگوں کی صحیح ذوق شاعری میں داخل ہو جائے گا اور اپنے لیے ایک نمایاں جگہ پیدا کرلے گا۔ میرا خیال ہے کہ حضرت محترم کا کلام اگر

اس کی کافی اشاعت کی گئی اکثر دماغوں کو روشن اور پر نور بنا دے گا اور وہ اس روشنی میں اپنے ذوق سخن فہمی کو ترقی دیں گے۔

ذوق دیدار اگر رہبر کامل ہوتا چل کے دو چار قدم میں سرِ منزل ہوتا
حُسن کا حسن یہی ہے کہ رہے طالب عشق عشق کیوں بندگیِ حُسن سے غافل ہوتا
دیکھتا ہیں انھیں قدسی مگر اس شرط کیسا تھا اُن کے جلوے کے سوا کوئی نہ حائل ہوتا

رُخ سے اُٹھا بھی دیجیے پردہ حجاب کا پردہ ہے آفتاب بھی خود آفتاب کا

ہیں یہی طوفاں جو امواجِ تلاطم خیز میں ایک دن کشتی پہونچ جائے گی ساحل کے قریب
بے خبر راہ کی پیچیدگیاں کیا جانے اس سے پوچھے کوئی کھو جائے جو منزل کے قریب

زاہد کی عبادت بھی حوروں کی محبت ہے بنیاد میں کعبہ کی مستور ہے بُت خانہ
بدمست شرابی ہوں جب کالی گھٹا چھائی گردوں پہ نظر آیا اڑتا ہوا مے خانہ
کیفِ مے الفت ہے یا جانِ مسرت ہے تا حدِّ نظر پایا اک جلوۂ جانانہ
پھر عقل کی باتیں ہیں پھر ہوش کے تیور ہیں تو آکے تصور میں کر دے مجھے دیوانہ

کیوں ہے ہراس تجھکو روز جزا کا قدسی رحمت تو ڈھونڈھ لے گی بخشش کا ایک بہانہ

ساقی پاکباز نے تازہ حیات بخشدی — حوصلے پھر بڑھا دئے مُنہ سے لگا کے جام کو

بزمِ نشاط سے غرض، کام نہ ذوقِ دید سے — ایک نگاہِ ناز نے کردیا مجھ کو بے نیاز
سیکڑوں اہلِ دل ملے سیکڑوں باصفا مگر — قدسیِ باخدا کہاں آپ کی شانِ امتیاز

کام کیا ہے رہ روانِ عشق کو اسبب سے — بام پر جانے کو سایہ بے نیازِ زینہ ہے

قدسی کہاں نہیں ہیں کسی کی تجلیاں — وسعت ذرا نگاہ میں پیدا کرے کوئی

تمام عمر رہی آپ سے بھی بے خبری — جہانِ ہوش رہا یوں خرابِ جلوہ گری

ہیں کرم پر بھی فدا ہوں میں ستم پر بھی نثار — بندہ پرور! آپ کا احسان ہی احسان ہے

تابِ نظارہ ہی جب دل میں نہ ہو — تابشِ جلوہ کا کیوں چرچا کریں

اگر میں کام لوں وحشت میں اپنے جذبۂ دل سے
چمن کی نزہتیں کھنچ کھنچ کے آجائیں بیاباں میں

جنونِ موسمِ مستی پناہیں ڈھونڈھ لیتا ہے
کہیں آغوشِ داماں ہیں کہیں چاکِ گریباں ہیں

افسانے رنگ و بو کے مجھے یاد ہی نہیں　　گلچین حُسن میں ہوں مجھے گل سے کیا غرض
وحشت میں جو زبان پر آیا وہ کہدیا　　بے ربط مدعا کو تسلسل سے کیا غرض

مکرمی جناب سید ابرار حبیب صاحب قابل تشکر ہیں جو "نغمات" کو بترتیب جدید نہایت اہتمام سے شائع کر کے اصحاب ذوق کو دعوت مطالعہ اور اہل درد کو استفاضہ کا موقع عنایت کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ موصوف کی مساعی جمیلہ کو مشکور فرمائے۔ یہ مجموعہ اردو ادب میں ایک قابل قدر اضافہ ہے بلکہ "نغمات" ایک ساز حقیقت ہے جو بزم کی بزم کو مست و بے خود بنا رہے ہیں۔ خدا کرے کہ یہ آواز ہمیشہ کانوں میں آتی رہے۔

نغمات سوز و ساز کی وارفتگی تو دیکھ
قدسی کا ہر نفس ہے جواب ربابِ عشق

دیرینہ وفا کیش
قیصر

۲۵ر اگست ۱۹۳۸ء

از

حضرت مرشد عالم سید اسد الرحمٰن قدسی
اعلی اللہ مقامہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو ترے میکدۂ حسن میں سرشار نہ تھا — میرے نزدیک وہ بے ہوش تھا ہشیار نہ تھا

میں ہوں اُسوقت سے حیرت زدۂ برقِ جمال — جب فرشتہ بھی کوئی طالب دیدار نہ تھا

میری تخلیق نے وہ راز کیا ہے افشا — جو کسی طرح سے بھی قابلِ اظہار نہ تھا

تھی اسی شان سے آبادی دنیا لیکن — مجھ سے پہلے کوئی لذت کشِ آزار نہ تھا

لاکھ جانیں مری اس وسعتِ رحمت پہ نثار — وہ نوازش ہے کہ جیسے میں گنہگار نہ تھا

حیرتِ جلوۂ جاناں کا تماشا قدسی
دیکھتے سب تھے مگر کوئی بھی ہشیار نہ تھا

ترا حسنِ روح پرور جو کبھی دوچار ہوگا — تو سکوت عشق میرا لبِ نغمہ بار ہوگا

دل عشق مدعا میں اگر اضطرار ہوگا — وہی رفتہ رفتہ اکدن غمِ خوشگوار ہوگا

میں وفا وفا سراپا تو ادا ادا مجسّم — یہی نو بہ نو فسانہ کبھی یادگار ہوگا

مرا رنج و غم مبارک مرا درد دل سلامت — انھیں کیا مزا ملے گا جو مجھے قرار ہوگا

شب غم سکون حاصل نہ شب امید تسکیں — دل بے قرار آخر تجھے کب قرار ہوگا

مجھے حسنِ رُخ دکھا کر نہ ہنسو مرے جنوں پر — کہ جہاں بہار ہوگی اثر بہار ہوگا

یہ تری نشیلی آنکھیں نہ ملیں گی جس سے ساقی — نہ وہ مستِ عشق ہوگا نہ وہ میگسار ہوگا

نہ مجھے دعا سے مطلب نہ فغاں سے کام قدسی
غمِ دل دیا ہے جس نے وہی غم گسار ہوگا

کیوں طالبوں کو ذوقِ تماشا نہیں رہا — اے حُسن تجھ میں کیا کوئی جلوہ نہیں رہا
کیا ظلمتوں نے گھیر لیا نورِ عشق کو — رعنائیوں کا رنگ مجلا نہیں رہا
سازِ شکستہ کیوں دلِ خاموش بن گیا — تارِ نفس میں کیا کوئی نغمہ نہیں رہا
وہ بھی کچھ آبدیدہ ہوئے، چارہ ساز بھی — کیا میری زندگی کا بھروسا نہیں رہا

تکمیلِ باطنی کی یہ قدسی دلیل ہے
تدبیرِ ظاہری پہ بھروسا نہیں رہا

رُخ سے اُٹھا بھی دیجئے پردہ حجاب کا — پردہ ہے آفتاب بھی خود آفتاب کا
کیوں حُسن دیکھئے کسی مست شباب کا — کیا اعتبار ہے دلِ خانہ خراب کا
دیکھا جو نور اُس کے رُخِ بے نقاب کا — شبنم کی طرح رنگ اُڑا آفتاب کا
اک برق تھی کہ جلوۂ حُسنِ نظر فروز — کیا حال پوچھتے ہو مرے اضطراب کا
ہنگامۂ تسلسلِ نغمہ بنا ہوں میں — تارِ نفس جواب ہے تارِ رباب کا
اک بار اور میری طرف مسکرا کے دیکھ — اک جام اور دے مجھے ساقی شراب کا

قدسی فنا نصیب ہے دنیا کی ہر بہار
ذرّہ بھی پائے گا نہ کوئی آفتاب کا

ذوقِ دیدار اگر رہبر کامل ہوتا — چل کے دو چار قدم میں سرِ منزل ہوتا
لطف کیا کیا نہ ترے عشق کا حاصل ہوتا — کاش رگ رگ میں تڑپتا ہوا اک دل ہوتا
حُسن کا حُسن یہی ہے کہ رہے طالبِ عشق — عشق کیوں بندگیِ حسن سے غافل ہوتا
عشق میں باغ بنا بھی دلِ پُر داغ تو کیا — سیر جب تھی کہ تری سیر کے قابل ہوتا
دیکھتا میں اُنھیں قدسی مگر اس شرط کے ساتھ
اُن کے جلوہ کے سوا کوئی نہ حائل ہوتا

اگر غبار نہ ہو دل میں خود ستائی کا — تو آئینہ ہے یہی اک خدا نمائی کا
ہر اضطراب محبت کو جان وجہِ سکوں — یہی تو وقت ہے اک صبر آزمائی کا
گذر گئی جو گذرنی تھی قلبِ مضطر پر — بس آپ حال نہ پوچھیں شبِ جدائی کا
وہ کوہ و دشت، وہ کانٹے، وہ آبلوں کی تپک — مزا اُٹھایا ہے کیا کیا برہنہ پائی کا
بہار آ کے گذر بھی گئی مگر قدسی
کوئی ذریعہ نہ نکلا مری رہائی کا

حسرتِ دید میں عالم ہے یہ دیوانے کا — رُخ ہے کعبہ کی طرف قصد ہے بتخانے کا
بھا گیا مجھکو سماں اس لئے ویرانے کا — ہے یہ خاکہ مرے اُجڑے ہوئے کاشانے کا
ذرّہ ذرّہ ہے مرے حال پہ حسرت بکنار — یہ نتیجہ ہے مرے عشق کے افسانے کا
نظرِ صاعقہ انداز ادھر بھی ظالم — میں بھی مشتاق ہوں اس آگ میں جل جانے کا
آج کیا تونے دکھا دی اُسے اپنی صورت — لوگ مُنہ دیکھ رہے ہیں ترے دیوانے کا

جب سے کی قدسی میخوار نے مئے سے توبہ
بزم ویران ہے در بند ہے میخانے کا

دیکھا جسے دل والا مستانہ بنا ڈالا ہر حسن کے طالب کو دیوانہ بنا ڈالا
بدنام نہ کر دے گی تم کو مری رُسوائی کیوں میری کہانی کو افسانہ بنا ڈالا
اے حُسنِ ازل یہ سب تیرے ہی کرشمے ہیں ہر شمع کے پردے میں پروانہ بنا ڈالا
اس طرح نہ کرنی تھی جلووں کی فراوانی تم نے تو زمانے کو دیوانہ بنا ڈالا
عُزلت میں ہے گو قدسی، رندی نہ گئی لیکن
ظالم نے یہاں بھی اک میخانہ بنا ڈالا

میخانۂ محبت کیا کامیاب نکلا دل میں خیالِ ساقی روحِ شراب نکلا
دل میں رہے وہ، لیکن نظروں سے دور ہو کر تسکین میں بھی مضمر اک اضطراب نکلا
بزمِ جمال میں دل معمورِ جلوہ پایا سمجھے تھے جس کو ذرّہ وہ آفتاب نکلا
دیکھیں تو بزمِ کُن میں لاکھوں حسین شکلیں ہاں حُسن ہی تمہارا اک انتخاب نکلا
بندہ نوازیوں کی حد ہی نہیں رہی ہے حاصل گناہ کا بھی اصل ثواب نکلا
مجکو جواب دے کر شرمندہ ہو رہے ہیں اُن کا جواب خود ہی اُن کا جواب نکلا
بربادیوں کا شکوہ کیا کیجیے کسی سے
دل ہی ہمارا قدسی خانہ خراب نکلا

اگر چاہو ہمیشہ کے لئے پُرجوش ہو جانا تو اک جلوے سے تھوڑی دیر کو بیہوش ہو جانا

فرازِ طور کے دلکش مناظر کا مرقع ہے　　کسی کا جلوہ گر ہونا مرا بیہوش ہو جانا
اگر ذرّے مرے برباد دل کے تجکو مل جائیں　　تو اے جوشِ جنونِ عشق ہم آغوش ہو جانا
مرا دل ایک سازِ عشق ہے اُس کی گتیں رنگیں　　نفس کے تار کی اک چھیڑ ہے پُر جوش ہو جانا
دلِ بے تاب! بزمِ ناز میں جاتا تو ہے، لیکن　　مجسّم ضبط بن جانا سراپا ہوش ہو جانا
مرے جذبات میں اک تازگی سی آتی جاتی ہے　　مبارک ہو گیا میرے لئے مے نوش ہو جانا
کروں کیوں منتِ بانگِ جرس آوارہ گردی میں　　بدل دے گا تصور کو سراپا گوش ہو جانا

نظر مضراب بنکر جب ربابِ دل کو چھیڑیگی
تو پھر دیکھیں گے اے قدسی ترا خاموش ہو جانا

وہ کون تھا جو محوِ جمالِ بُتاں نہ تھا　　مضمونِ رازِ دل کا کوئی ترجماں نہ تھا
نالہ تھا بیکسوں کا جو افلاک ہل گئے　　بانگِ درا نہ تھی جرسِ کارواں نہ تھا
حُسنِ یقیں کی رفعتِ پرواز دیکھنا　　ایسی فضا میں تھا کہ جہاں آسماں نہ تھا
پابندِ رسمِ ضبط کی ہمت پہ آفریں　　رکھی زبان بند، مگر بے زباں نہ تھا
واماندگی سے رہ گئے ہم اُس جگہ جہاں　　باقی نشانِ گردِ پسِ کارواں نہ تھا

اُس دشتِ ہولناک میں لائی ہمیں قضا
قدسی کوئی شریک کسی کا جہاں نہ تھا

جنونِ عشق کی یہ تیز دستی دیکھنا ہمدم　　بہار آنے نہ پائی تھی کہ دامن میں گریباں تھا
خدا جانے کہ سب کیوں دعوتِ نظارہ دیتے تھے　　محبت میں ہر اک منظر مری آنکھوں میں عریاں تھا

تری بزم نظر افروز سے اُٹھ کر نگاہوں میں
چمن کا منظرِ پرنور بھی تاریک زنداں تھا
کہیں مقبول ہو جاتا نگاہِ حسن میں یارب
وہ اک جذبہ جو میری چشمِ حیرت سے نمایاں تھا

حُسن نے پھر حشر برپا کردیا
دل کو پھر صرفِ تمنا کردیا
مضطرب ہے ختم ہونے کے لئے
تم نے یہ بیمار کو کیا کردیا
اپنے جلوے کی شعاعیں ڈال کر
ذرّے ذرّے کو تماشا کردیا
جب ذرا تسکین دیکھی قلب میں
اُس نے پھر اک درد پیدا کردیا
ہم غریبوں کا نظامِ زندگی
اُس نے جس حالت پہ چاہا کردیا
ہائے اُس مجبور کی مجبوریاں
جس نے رازِ عشق افشا کردیا
عشق کی رنگینیوں نے ہمنفس
زندگی میں حُسن پیدا کردیا
اُس نے قدسی کے جہانِ فکر کو
بے نیازِ فکرِ دنیا کردیا
یاد پھر آیا کوئی بھولا ہوا
درد پھر دل میں مرے پیدا ہوا
عشق میں بربادیوں کے بعد بھی
دل کا ہر ذرّہ ہے شرمایا ہوا
یاد ہے ابتک قفس کی زندگی
آشیانے میں بھی ہوں سہما ہوا
دل بدل ڈالے نظامِ زندگی
درد کو دیکھے جو کم ہوتا ہوا
خود مری دنیا پہ بجلی گر پڑی
اے وفورِ سوزِ دل یہ کیا ہوا

جب ہنسی آتی ہے رو دیتا ہوں میں — اس طرح بھی دل نہ ہو ٹوٹا ہوا

قطرہ انگور کا شراب بنا — ذرّہ چمکا تو آفتاب بنا
میری بربادیوں کی وسعت سے — منظرِ عالمِ خراب بنا
حُسن اور عشق کے توازن سے — دل بنا اور لاجواب بنا
رگِ جاں کھچ کے تارِ ساز بنی — ہر نفس نغمۂ رباب بنا
لاکھ جذبے ازل میں تھے، لیکن — عشق ہی حُسن کا جواب بنا
اُس کی برقِ نظر، ارے توبہ — دل کا ہر داغ آفتاب بنا

کون پردہ سے نمایاں ہو گیا — ذرّہ ذرّہ نور ساماں ہو گیا
دل ہوا جب سے حقیقت آشنا — بے نیازِ کفر و ایماں ہو گیا
اللہ اللہ حسنِ رنگیں کی بہار — دل مرا مثلِ گلستاں ہو گیا
حسن کا ہر عالمِ محشر نما — میری حالت سے نمایاں ہو گیا

قدسیِ آزاد کب تک یہ جنوں
دل کا ہر ذرّہ پریشاں ہو گیا

کہاں کا جلوہ، حجاب کس کا، ادائیں کیسی، شباب کس کا
خدا ہی جانے کہ دل ہوا ہے مرا تباہ و خراب کس کا

کلی کلی مُسکرا رہی ہے، نسیم نکہت فشاں ہوئی ہے
نہ جانے پھولوں پہ چھا گیا ہے چمن میں رنگیں شباب کس کا

وہ پوچھتے ہیں سبب جنوں کا، میں کہہ رہا ہوں کہ بندہ پرور
دلوں کو تسخیر کر رہا ہے فروغِ حُسنِ شباب کس کا

تمھاری آنکھوں کی مستیوں نے بھرے ہیں جذباتِ کیف دل میں
نشاطِ بزمِ سرور کیسی، سرورِ جامِ شراب کس کا

چمک ستاروں کی خوشنما ہے، فروغ بجلی کا جاں رُبا ہے
فضائے عالم پہ چھا گیا ہے جمال کس کا شباب کس کا

کہیں جلوہ گر تو نہیں ہوا وہ حسین بزمِ مجاز میں
مرے سجدے آج مچل رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

بس ادب کہ عرش عظیم پر ترے نالے آج پہنچ گئے
تجھے کچھ خبر بھی ہے بے خبر کہ ہے کون پردۂ ناز میں

کبھی ہم بھی تھے بزمِ عشرتِ فردوس ساماں میں
کبھی یادش بخیر اپنا بھی چرچا تھا گلستاں میں

اگر میں کام لوں وحشت میں اپنے جذبۂ دل سے
چمن کی نزہتیں کھچ کھچ کے آجائیں بیاباں میں

حریمِ ناز سے جذب محبت کس کو لے آیا
کہ ذرّہ ذرہ روشن ہو گیا ہے بزمِ امکاں میں

زمانہ نے ورق اُلٹا ہے پھر تاریخ ماضی کا
ہمارے دم سے ہے شہرہ جنوں کا پھر بیاباں میں

بہارِ لالہ و گل باعثِ تسکیں نہیں یارب
کوئی جنت اُتر آئے نگاہِ شوق ساماں میں

جنون موسمِ مستی پناہیں ڈھونڈ لیتا ہے　　کہیں آغوش داماں میں کہیں چاک گریباں میں

پتہ دیتے ہیں اک گذرے ہوئے طوفان کا قدسی
وہ آنسو منجمد ہیں آج جو آغوشِ مژگاں میں

وہ پھر رنگِ جنوں شوخی پہ آیا دل کی دنیا میں　　وہ پھر تازہ بہار آئی گلستانِ تمنا میں
تجلیات جو پیدا ہوئی تھیں دشتِ سینا میں　　عیاں ہیں ذرّے ذرّے سے وہ میرے دل کی دنیا میں
تصور کس کو لے آیا مری چشمِ تمنا میں　　جو ہر دم اک قیامت سی بپا ہے دل کی دنیا میں
میں جوشِ عشق کو رگ رگ میں یوں بے تاب پاتا ہوں　　کہ جیسے موجِ صہبائے کہن مضطر ہو مینا میں
اُٹھا لینا صبا آغوش میں اُن دردمندوں کو　　دلِ برباد کے ذرّے اگر مل جائیں صحرا میں

نگاہِ برق ساماں پھر تجسس میں ہے کیا قدسی
یہ کیسی ایک ہل چل مچ رہی ہے دل کی دنیا میں

اے خضر! طریقِ الفت میں ہمت ہے تو مشکل کوئی نہیں
گم کردۂ منزل کوئی نہیں آوارۂ منزل کوئی نہیں

دل عرشِ بریں دل کعبۂ دیں، اسرارِ مراحل کوئی نہیں
کیوں منزل منزل کہتے ہیں جب عشق میں منزل کوئی نہیں

کم ظرف کمال دکھا نہ ہمیں اُڑ اُڑ کے فضائے الفت میں
تکمیل کا تجکو دعوے ہے حق یہ ہے کہ کامل کوئی نہیں

اے کاش، مجاز کے شیدائی ہوں ذوقِ حقیقت سے واقف

ہیں حُسن کے جلوے بے پردہ اور طالبِ کامل کوئی نہیں
ہاں بہہ جا بہہ جا موجوں میں طوفان میں چھوڑ اپنی کشتی
وہ بحر ہے یہ بحرِ الفت جس بحر کا ساحل کوئی نہیں
ارمانِ شہادت کامل ہو تو حُسنِ طلب بدنام نہ ہو
کیوں قاتل قاتل کہتے ہیں جب قتل کے قابل کوئی نہیں
اے جذبۂ دل اعجاز دکھا منزل سے پتہ منزل کا لگا
خضرِ رہِ الفت کوئی نہیں سنگِ سرِ منزل کوئی نہیں
یہ عشق و حُسن کے افسانے جو کہتے ہیں وہ جھوٹے ہیں
جو بارِ محبت سر پہ اُٹھائے قدسی وہ دل کوئی نہیں

جب مسافر کوئی آجاتا ہے منزل کے قریب
درد کچھ محسوس ہوتا ہے رگِ دل کے قریب
نجد کے ذرّے چمک اُٹھے کہ قسمت قیس کی
چند شعلے سے نظر آتے ہیں محمل کے قریب
ہیں یہی طوفاں جو امواجِ تلاطم خیز میں
ایک دن کشتی پہنچ جائے گی ساحل کے قریب
دیکھئے آگے دکھائے کیا بصیرت کا فروغ
ایک چھالا تو نظر آنے لگا دل کے قریب

رسوائیوں کے اور بھی ساماں ہوئے ہیں آج
کیسے یہ دل کے داغ نمایاں ہوئے ہیں آج
وہ مسکرا رہے ہیں مجھے دیکھ دیکھ کر
کچھ اور اضطراب کے ساماں ہوئے ہیں آج
اے چشمِ شوق دیکھ کہ تیرے ہی واسطے
تنظیمِ بزمِ طور کے ساماں ہوئے ہیں آج

دل میں ہے درد، آنکھ میں آنسو، لبوں پر آہ
افشائے رازِ عشق کے ساماں ہوئے ہیں آج

قدسی تو مر کے زندۂ جاوید ہو گیا
پھر کس کے غم میں بال پریشاں ہوئے ہیں آج

گم کردۂ منزل آہو کی صحرا میں تلاشِ راہ تو دیکھ
ہے کوہِ الم کا بارِ گراں بر دوش یہ قلبِ کاہ تو دیکھ

وہ حسنِ دل آرا پیشِ نظر، حوروں کی مگر زاہد ہوس
محدود خیالی، تنگدلی، اور باصرۂ کوتاہ تو دیکھ

کیا اوجِ فلک کی ہستی تھی جذباتِ محبت کے آگے
گردوں سے گذر کر عرش پہ پہنچی رفعتِ شانِ آہ تو دیکھ

ہے مسندِ فقر و قناعت پر اک ہستیِ قدسی جلوہ فگن
اللہ رے حالِ رندانہ یہ شوکت و شان و جاہ تو دیکھ

ہے دوریِ منزل یوں ہی سہی، ہیں سخت مراحل یوں ہی سہی
خطراتِ سفر پر کیوں ہے نظر، تو راہ روی کا حاصل دیکھ

تو محرمِ رازِ حقیقت ہو، دل دادۂ بزمِ مجاز نہ بن
اُس شانِ جمالِ حقیقی کو ہر جلوۂ حُسن میں شامل دیکھ

پروانہ ہے تو جس کا قدسی دیوانہ ہے تو جس کا قدسی!
آئینہ میں ہے تصویر وہی دیکھ اپنے ہی دل میں غافل دیکھ

ہاں مجھ پہ بھی اک پرتوائے جلوۂ جانانہ
میں بھی ترا طالب ہوں میں بھی ترا دیوانہ

ہر گھر میں ترا جلوہ موجود تو ہے لیکن
بتخانہ نہیں کعبہ، کعبہ نہیں بت خانہ

مفتونِ محبت بھی اک ہستیِ کامل ہے
دیوانہ کا دیوانہ، فرزانہ کا فرزانہ

زاہد کی عبادت بھی حوروں کی محبت ہے　　بنیاد ہیں کعبہ کی مستور رہے بت خانہ
وہ مست شرابی ہوں جب کالی گھٹا چھائی　　گردوں پہ نظر آیا اُڑتا ہوا مے خانہ
کیفِ مئے الفت ہے یا جانِ مسرت ہے　　تا حدِّ نظر پایا اک جلوۂ جانانہ
پھر عقل کی باتیں ہیں پھر ہوش کے تیور ہیں　　تو آکے تصور ہیں کردے مجھے دیوانہ
ہر قطرۂ شبنم میں مضمر ہے مرا قصہ　　ہر برگِ گل تر ہے گویا مرا افسانہ

کب لائقِ بخشش تھا، کب عفو کے قابل تھا
قدسی کی خطا بخشی اے شانِ کریمانہ

وحشتِ دل کے جو اسرار نمایاں ہونگے　　ذرّہ ذرّہ سے نمودار بیاباں ہونگے
وہ ستاروں کی طرح چرخ پہ تاباں ہونگے　　دلِ برباد کے ذرّے جو پریشاں ہونگے
وادیِ عشق میں جتنے بھی کیئے ہیں سجدے　　سب نشاناتِ رہ منزلِ جاناں ہونگے
میرے جذباتِ محبت کے شرارے اک دن　　برق بن بن کے لبِ ناز پہ خنداں ہونگے
دلِ عشاق کے جذبات کہیں دبتے ہیں　　جس قدر ان کو دبائیں گے نمایاں ہونگے
میرا افسانۂ پُردرد نہ سُنیئے ورنہ　　آپ کے گیسوِ پُرپیچ پریشاں ہونگے

سایۂ عرش میں قدسی جو جگہ پائیں گے
حشر کے دن وہ ہمیں بے سروساماں ہونگے

ذرّہ ذرّہ چمنِ دہر کا تاباں ہوجائے　　ایک جلوہ جو تبسم کا نمایاں ہوجائے
بس یہی ایک صلہ ہے مری جانبازی کا　　سُنکے افسانۂ پُردرد وہ خنداں ہوجائے

جوششِ اشک کو مانع ہے کوئی، ورنہ ابھی عالمِ ہست تہِ عالمِ طوفاں ہوجائے
ہوگئی دست درازیِ جنوں میں وسعت اُن کا دامن نہ کہیں میرا گریباں ہوجائے

قبر سے قدسیؔ مرحوم کی لپٹا ہے یہ کون
کہدیا کس نے کہ یوں کوئی پریشاں ہوجائے

وہ ضیائے حُسنِ عالمتاب کی تنویر ہے ذرّہ ذرّہ میرے دل کا نور کی تصویر ہے
میرے دل کی ہر تڑپ اک خواب کی تعبیر ہے ہر نفس میرا بیانِ عشق کی تفسیر ہے
حال میرا اضطرابِ قلب کی تفسیر ہے یہ فسانہ بے نیازِ خوبیِ تقریر ہے
مجمعِ ذراتِ حُسن وعشق ہے ہستی مری اور میرا دل ہے کیا، اک درد کی تصویر ہے
ہو نہ ہو تازہ مصیبت آنے والی ہے کوئی ورنہ کیوں دستِ طلب وحشت کا دامنگیر ہے

برق چمکی اور چمک کر قلبِ قدسیؔ پر گری
خواب کا یہ خواب ہے تعبیر کی تعبیر ہے

کب جلوہ زار عشق بنایا نہیں مجھے کیا کیا تبسّموں نے اُبھارا نہیں مجھے
فطرت نے جلد باز بنایا نہیں مجھے درباں کی منتوں کا سہارا نہیں مجھے
پیشِ نظر ہے عالمِ تنظیم انجلا میری نگاہِ حُسن تماشا نہیں مجھے
شمعِ حرم ہے کس لئے مرہونِ ارتعاش منظور سیرِ بتکدہ حاشا نہیں مجھے
منظور ہے نمائشِ چشمِ چمن طراز ورنہ کسی حسین کا سودا نہیں مجھے
تزئینِ کائنات فریبِ نمود تھی کس جلوۂ مجاز نے ڈھونڈھا نہیں مجھے

عمرِ گذشتہ ایک طلسمِ فریب تھا — آئندہ زندگی کا بھروسا نہیں مجھے
مانا کہ اُن سے شکوۂ ظلم و جفا کروں — لیکن ہے اتنی بات کہ آتا نہیں مجھے

اک عمر اشتیاق میں قدسیؔ گذر گئی
اب کربِ انتظار گوارا نہیں مجھے

اے خوشا عالمِ سرجوشیِ مستانۂ دل — جنتِ عیش بنا عشق میں غمخانۂ دل
کس نے اس گوشۂ خلوت کو سرافراز کیا — رفعتِ عرش بنی رفعت کاشانۂ دل
کیا عجب ہے لبِ منصور مرے لب بن جائیں — بادۂ عشق سے لبریز ہے پیمانۂ دل
جلوۂ حُسنِ تمنا سے منور ہوکر — روکشِ جنتِ فردوس ہے ویرانۂ دل
آپ سُنیئے نہ اسے آپ کے سُننے کا نہیں — طپشِ درد سے معمور ہے افسانۂ دل

جوشش زد بادۂ گل رنگ بہ میخانۂ دل — بحر دارد بہ دروں قطرۂ پیمانۂ دل
درگہِ عشق ہمیں ، بارگہِ حُسن ہمیں — حبّذا مرتبۂ رفعتِ غمخانۂ دل
فرشِ رہ دیدۂ دل شد بہ امیدے کہ کند — جلوۂ حُسن قدم رنجہ بہ ویرانۂ دِل

مرکزِ حُسن بھی یہیں ، خالقِ حُسن بھی یہیں — دل کے سوا کہیں نہیں درگہِ بے نیازِ عشق
میری جنوں پسندیاں شوق کی سنگِ رہ نہیں — یعنی ہے ایک مشغلہ قطعِ رہِ درازِ عشق
دیکھی جہاں تری جھلک سر کو وہیں جھکا دیا — میری طرح جہان میں کس نے پڑھی نمازِ عشق

تجھے درد وجہ سکوں نہیں تو کھلیں گی کیسے حقیقتیں — نہ مذاقِ عشق سے آشنا، نہ تری نگاہ میں وسعتیں
سرِ بام اُسکو بلا لیا مرے ذوقِ جلوہ پسند نے — مگر آنکھ حُسن سے جب ملی یہ ہوا کہ چھا گئیں حیرتیں
نہ بڑھائیے مرادِ ردِ دل کہ یہ خوف روح گداز ہے — کہیں بے نیاز بنا نہ دیں مجھے عشق سے مری ہمتیں

وہیں آپ قدسی باخدا چلیں آج کوئی جہاں نہ ہو
کہ خلوص قلب کی منتظر ہیں ازل سے عرش کی خلوتیں

فضائے عالمِ امکاں پہ چھا گیا ہوں میں — کبھی جو خاک سے کچھ سوچ کر اٹھا ہوں میں
تعینات کے پردوں میں ڈھونڈھیے نہ مجھے — تلاشِ راہِ محبت میں گم ہوا ہوں میں
ہزار عالمِ حسرت ہیں دل کی دنیا میں — خدا ہی جانے کہ کس کس میں مبتلا ہوں میں
وہ قطرہ ہوں کہ ہے پہلو میں جس کے بحرِ الم — وہ موج ہوں کہ تلاطم کی انتہا ہوں میں
فضائے قدس میں پروانہ بن کے اڑتا ہوں — فروغِ شمعِ تجلّی کا مبتلا ہوں میں
تجلیات کا مرکز بنا کے دل اپنا — کسی کے حُسن کا آئینہ بن گیا ہوں میں

کسی کو رازِ محبت کی کیا خبر قدسی!
یہ کون سمجھے کہ پردوں میں کیوں چھپا ہوں میں

کیوں ہوئی نابود اہلِ بزم کے دل سے ہوس — کس لئے لانے لگے مے نوش لب پر حرفِ بس
کیوں اسیرانِ جنوں کی بیڑیاں کٹنے لگیں — کس لئے خالی کئے جاتے ہیں اب کُنجِ قفس
رہروِ راہِ محبت کس لئے ہیں دم بخود — سامعہ کرتا نہیں کیوں منت بانگِ جرس
سازِ ہستی کس لئے مرہونِ خاموشی ہوئے — کیوں ترنم ریز اب ہوتے نہیں تارِ نفس

بات یہ ہے عالمِ فانی سے قدسیؔ چل بسا
اے زباں خاموش رہ اللہ بس باقی ہوس

ہر ذرہ کائنات کا پھر ہے رہینِ جوش
پھر چھا گیا ہے دہر پہ ابرِ شبابِ عشق

محوِ سروش ہو گئے کیوں اپنے گوشِ دل
کیا صوتِ سرمدی سے ملا کچھ خطابِ عشق

ہر ایک موج میں ہیں تلاطم نمائیاں
طوفانِ حسن ہے کہ ہے جوشِ شبابِ عشق

کس کا شباب چھا گیا رنگِ بہار پر
تیرا شبابِ حسن کہ میرا شبابِ عشق

نغماتِ سوز و ساز کی وارفتگی تو دیکھ
قدسیؔ کا ہر نفس ہے جوابِ ربابِ عشق

آ گئے دل میں بہار آتے ہی اوہامِ قفس
بھولنے بھی تو نہ پایا تھا میں آلامِ قفس

کھینچتی ہے پھر مجھے رنگینیِ گُل باغ میں
میرے کانوں میں چلے آتے ہیں پیغامِ قفس

زندگی بھر خانۂ صیاد تھا اور عندلیب
ہو بہو تھا زیست کا انجام انجامِ قفس

روشنی آتی نہیں کیسا رہائی کا خیال
اس قدر پیچیدہ و تاریک ہے دامِ قفس

ہو اگر منظور رازِ صبحِ آزادی کا علم
پوچھئے محبوس سے کیفیت شامِ قفس

ایک گوشہ میں پڑے تھے دور تھے آفات سے
یاد آتا ہے ابھی تک ہم کو آرامِ قفس

ہو گی آزادی تمھیں حاصل یقیناً ایک دن
کاٹ دو جیسے کٹیں قدسیؔ یہ ایامِ قفس

حلقۂ زلف ہے ہر حال میں افتادہ بگوش
سر بصحرا ہوں مگر عشق کا سجادہ بدوش

آج کیوں صورتِ تصویر بنا بیٹھا ہے
کس کی نظروں کا ہوا شیفتہ اے بادہ فروش

بے نیازی کی کوئی حد بھی ہے اے بندہ نواز
تا بہ کے در پہ رہے عاشقِ افتادہ خموش

مژدہ اے بادہ پرستانِ فریبِ عشرت
میکدہ اور قدمِ زاہدِ سجادہ بدوش

دل وہ کیا دل ہے نہ ہو کیفِ محبت جس میں
چشم جو یا بکتا حُسن ببیں، بادہ بنوش

اشکوں سے نمودار ہوئی شانِ حوادث
تھا دیدۂ تر میں مرے طوفانِ حوادث

ہر گوشۂ دنیا پہ ہے بارانِ حوادث
اٹھا ہے ہر اک سمت سے طوفانِ حوادث

اللہ بچائے تری جادو نظری سے
ہر جنبشِ مژگاں میں ہے سامانِ حوادث

دنیا ہے حقیقت میں حوادث کا مرقع
بے فائدہ ہوتے ہیں پریشانِ حوادث

فتنے ترے اٹھ اٹھ کے قدم چوم رہے ہیں
ہے لغزشِ پا باعثِ طوفانِ حوادث

تیری نگہِ ناز ہے صد فتنہ در آغوش
ہے مست جوانی تری سامانِ حوادث

ہمت ہے تو مشکل کوئی مشکل نہیں قدسی
طے دم میں ہوا جاتا ہے میدانِ حوادث

ناز بھی سجدہ ریز ہے آج مرے نیاز پر
لوٹ گئیں حقیقتیں خاک رہِ مجاز پر

برقِ جمال کی چمک دردِ جگر میں آ گئی
کون یہ مسکرا دیا قصۂ جانگداز پر

چشمِ حقیقت آشنا عشق و ہوس میں ربط کیا
کوئی بھی مستقل نہیں شاہرہِ مجاز پر

دیکھ رہا ہوں آج میں جنتِ حُسن کی بہار
رشک ہے آسماں کو بھی چشمِ چمن طراز پر

محوِ جمال ہو گیا پا کے حقیقتِ جمال میرا نشان اب کہاں خاکِ رہِ مجاز پر

عاصیٔ پر خطا بھی ہوں قدسی بے ریا بھی ہوں
قلب کو اعتماد ہے بخششِ حیلہ ساز پر

آنکھ میں وسعتِ صحرائے زمن پیدا کر ذرّے ذرّے سے بیاباں کے چمن پیدا کر

قصۂ دل کے لئے ایک دہن پیدا کر جس میں ہو حُسنِ تاثر وہ سخن پیدا کر

ایک ہنگامہ بپا کر کے جنوں کا اے دل ہر قدم پر سببِ دار و رسن پیدا کر

سالکِ راہِ حقیقت ہے اگر اے رہرو سفرِ عالمِ امکاں میں وطن پیدا کر

داستانیں تو فقط حال کی تصویریں ہیں ہو سکے شرح نہ جس کی وہ سخن پیدا کر

بے معانی ہے یہ قدسی تری تخئیلِ جدید
ایک دنیائے خیالاتِ کہن پیدا کر

ذوقِ نشاط پھر بڑھا دیکھ کے دورِ جام کو پیرِ مغاں کے روبرو رند جھکے سلام کو

ساقیِ پاکباز نے تازہ حیات بخش دی حوصلے پھر بڑھا دئے منہ سے لگا کے جام کو

عرش دکھا دیا مجھے ہمتِ سازگار نے لا کے تصورات میں آپ کے اوجِ بام کو

ایک نگاہِ شرمگیں قتل کو میرے کم نہیں مجھ پہ کوئی اُٹھائے کیوں خنجرِ بے نیام کو

مجھ پہ حقیقتیں کھلیں جب سے کھلا درِ مجاز سجدے مرے تڑپ اُٹھے دیکھے جو اُنکے پائے ناز

آہیں اثر پذیر تھیں نالے جگر خراش تھے سُن کے فرشتے رو دئے میری فغانِ دل گداز

صبر بھی کر دلِ حزیں تا بہ کجا یہ اضطراب — بختِ سیہ کی عمر ہی روزِ ازل سے ہے دراز
بزمِ نشاط سے غرض کام نہ ذوقِ دید سے — ایک نگاہِ ناز نے کر دیا مجھکو بے نیاز

سینکڑوں اہلِ دل ملے سینکڑوں باصفا، مگر
قدسیِ باخدا کہاں آپ کی شانِ امتیاز

سنائی ہے جرس نے کچھ عجب روداد منزل کی — کہ اس کی ہر صدا میں شرحِ مضمر تھی مرے دل کی
سنا دے شمع سب گذری ہوئی حالت مرے دل کی — حقیقت منکشف ہو جائے جس سے جذبِ کامل کی
سفینہ گھومتا پھرتا ہے گردابِ حوادث میں — مری نظروں سے کوسوں دور ہے تصویر ساحل کی
مرے سینہ پہ وہ ناوک لگا کر ناز سے بولے — نہیں تھی اس سے زائد کوئی قیمت آپ کے دل کی
کئے ہیں سجدہائے مضطرب راہِ محبت میں — خبر دیتا ہے ہر ذرہ مری بیتابیِ دل کی

دلِ قدسی میں مجمع ہے سرور و کیف کامل کا
اسی کے دم سے رونق بڑھ گئی رندانہ محفل کی

مری تکمیلِ ہستی سے مکمل عالمِ فانی — مری تنویر سے پائی ہے ہر جلوہ نے تابانی
مری تخلیق ہی تو باعثِ تکوین عالم ہے — مری ہستی میں مضمر ہیں ہزاروں رازِ انسانی
حقیقت ہے مری اک جلوۂ حسنِ جہاں آرا — مرے پرتو سے ہر ذرے نے پائی ہے درخشانی
مدارج ہو گئے سب طے مرے عشقِ مجازی کے — حقیقی رفعتوں پر اب ہوئی ہے دل کی جولانی

انھیں کچھ بدگمانی ہو گئی ہے جوشِ وحشت سے
دلِ برباد قدسی کی وہ کرتے ہیں نگہبانی

تمام عمر رہی آپ سے بھی بے خبری
جہانِ ہوش رہا یوں خرابِ جلوہ گری

وہ لاکھ بار ہوں رونق فزائے بزم مگر
کہاں نصیب زبوں قسمتوں کو خوش خبری

ہمیشہ بارِ محبت بہ دوش رہتا ہے
ثنا طلب ہے دلِ ناتواں کی بے جگری

ملا ہے مجکو محبت میں ضبطِ غم کا سبق
اثر سے کام نہ کچھ انتشارِ بے اثری

وہ چونک پڑتے ہیں سُن سُن کے اب مرے نالے
اثر کی روح رواں ہے یہ دعوتِ سحری

تجلیاتِ مجازی سے بے نیاز ہوں میں
مری نگاہ میں ہے اک جہانِ جلوہ گری

نگاہِ شوق تو پیدا کرے کوئی قدسی
وہی ہے بزمِ تجلّی وہی ہے جلوہ گری

ناز بھی اک شان اُن کی رحم بھی اک شان ہے
کامیابِ عشق ہونے کا یہی اِمکان ہے

اک نظر ہو جائے بزمِ حُسن میں دل کی طرف
لاکھ ناخواندہ ہے پھر بھی آپ کا مہمان ہے

کچھ سکوں سا ایک بیک ہونے لگا ہے نزع میں
اُن کے آنے کا یقیناً دل کو اطمینان ہے

میں کرم پر بھی فدا ہوں میں ستم پر بھی نثار
بندہ پرور آپ کا احسان ہی احسان ہے

قدسی جنت مکاں دنیا سے گو رخصت ہوا
آستانہ پر جلالت آج تک دربان ہے

کوئی ہے بسملِ ادا کوئی شہیدِ ناز ہے
آج تو بزمِ ناز کا رنگ جنوں نواز ہے

مانگ لے اور مانگ لے ہستیِ عشق کے لئے
دامنِ مدعا ابھی دستِ کرم دراز ہے

بے خبر مآلِ عشق سُن یہ پیامِ حُسن سُن
ظلمتِ شب کے بھیس میں صبحِ طرب کا راز ہے

موجبِ دردِ جاں ستاں باعثِ مرگِ ناگہاں
تیری ادائے فتنہ زا تیری نگاہِ ناز ہے

ہستیٔ دردمند پر چھائی ہے اک فسردگی
بزمِ جہاں میں ہر طرف نالۂ دل گداز ہے

دل میں خیالِ بندگیٔ آستانہ ہے
افتادگی و بیخودیٔ دل بہانہ ہے

جب دیکھو اُن کی بزم میں میرا فسانہ ہے
ہے ذوقِ ربط اُن کو مگر غائبانہ ہے

مستِ شرابِ عیش و مسرت سنبھل سنبھل
یہ زیست ایک خواب یہ دنیا فسانہ ہے

ہر درد کی چمک میں تماشائے حُسن ہے
یہ دل نہیں ہے، آپ کا آئینہ خانہ ہے

قدسی نشانِ منزلِ مقصود پا گیا
وہ سر کہ وقفِ سنگِ درِ آستانہ ہے

شمع بن انجمنِ عشق میں جلنے کے لئے
ہاں یہی شان ہے اک رنگ بدلنے کے لئے

لو لگائے ہیں تری شمع تجلی سے جو لوگ
بزمِ ہستی میں وہی آئے ہیں جلنے کے لئے

عشقِ کامل ترے صدقہ کہ بہکنے نہ دیا
پاؤں پھیلائے بہت دل نے مچلنے کے لئے

پھونکدے پھونکدے اے طور کے جلوہ کی خبر
آگ تھوڑی ہی بہت ہوتی ہے جلنے کے لئے

وہ حُسن، شہرت ہے جس کی سب میں، کبھی تو صرفِ نگاہ کر دے
یہ تیرا پردوں میں چھپ کے رہنا کہیں نہ مجکو تباہ کر دے

نگاہِ جور آشنا کا صدقہ، ادائے صرفِ جفا کا صدقہ
خرابِ راہِ وفا کی دنیا تباہ کردے تباہ کر دے

میں اُس تجلی کو چاہتا ہوں میں ایسے جلوے کا منتظر ہوں
جو میری آنکھیں خراب کردے جو میرے دل کو تباہ کردے

یہ سینے مانا تجلیوں کی نہ لا سکوں گا میں تاب ؛ لیکن
تجھے قسم اپنی شوخیوں کی نظر کی دنیا تباہ کردے

ہزار تحفوں سے بڑھ کے تحفہ ہزار ہدیوں سے بڑھ کے ہدیہ
نہیں کوئی چیز دل سے اچھی اسی کو نذرِ نگاہ کردے

نہ چھوڑ ہمت کی وسعتوں کو نہ دیکھ راہوں کے پیچ وخم کو
کبھی ملے گا نشانِ منزل تو خود کو جویائے راہ کردے

کرم ہے اُس کا فقیر قدسی کو اُس نے بخشی ہے سرفرازی
وہ بادشہ کو فقیر کردے فقیر کو بادشاہ کردے

جاں شمعِ جبیں کی پروانہ اس جاں کی لطافت کیا کہیئے
دل حُسنِ صنم کا دیوانہ اس دل کی حقیقت کیا کہیئے

کیا حال سناؤں کیا گذری ہمراز نہ پوچھ مرا قصہ
ہے درد سراپا افسانہ اور درد کی حالت کیا کہیئے

کچھ میں ہی نہیں مسحورِ نظر اک خلق خدا مسحور سی ہے
جو سحر ہے چشمِ جانانہ اُس سحر کی وسعت کیا کہیئے

اب دل میں نہ شوقِ بت خانہ اب دل میں نہ ذوقِ مے خواری
دل شمعِ حرم کا پروانہ پھر دل کی حقیقت کیا کہئے
قدسی کی صورت دیکھ چکا اب دل کی حالت پوچھ نہ تو
جو حال ہو بالکل رندانہ پھر اس کی حقیقت کیا کہئے

محبت کی میں ایذائیں سہوں کب تک | الٰہی اس طرح آخر جیوں کب تک
بیانِ خستگی کی داد لینے کو | میں اُن سے اپنا افسانہ کہوں کب تک
دلِ مدہوش سے میں روز کہتا ہوں | کہ آخر یہ تماشائے جنوں کب تک
رہے گا موسمِ گُل کی تمنا میں | مرا دامن خرابِ اشکِ خوں کب تک

صبحِ الفت ہے ابتدائے دل | شامِ فرقت ہے انتہائے دل
یثربِ عشق بن گیا سینہ | طورِ سینا بنی فضائے دل
جلوہ ریزی سے خاک ہو جانا | عشق میں ہے یہ انتہائے دل
جلوۂ طور ہے کہ نورِ حرا | کس کا پرتو ہے جانفزائے دل
کعبۂ ناز بن گئی خلوت | جلوہ ساماں بنی سرائے دل
طبع جبریل بن گئی اپنی | درسگہ بن گیا حرائے دل
آئیں الہام آفریں موجیں | پُرضیا بن گئی فضائے دل

وحی آئی ہے ہم پہ وحشت میں — رہنما بن گئی ندائے دل
میرا سینہ ہے اک مدینۂ ذوق — بانیِ کیف نغمہائے دل
تارہائے نفس ترنم ریز — روح پرور ہیں نغمہائے دل

قدسی الاصل ہے اگر قدسی
نورِ مطلق سے بس لگائے دل

موت ٹھیری انتہائے دردِ دل — درد ہی نکلا دوائے دردِ دل
اک تبسّم کائناتِ زندگی — اک تجلّی مدعائے دردِ دل
میرے رونے پر ہنسی رکتی نہیں — ہو چکی تم سے دوائے دردِ دل
وہ بھی مجکو دیکھکر گھبرا گئے — دیکھئے اب کیا دکھائے دردِ دل

کیا جانیئے کہ کون ہے کس کا فریفتہ — وہ میرے دل میں دل مرا اُن کی نگاہ میں
ہنگامۂ ازل پہ ذرا غور کیجئے — کب سے خراب ہوں میں جہانِ تباہ میں
کہنا کچھ اُن سے خضر ہماری تباہیاں — ذرّے ہمارے دل کے جو مل جائیں راہ میں
اے حیرتِ نگاہ! یہ کیسا ظہور ہے — ہیں آئینہ میں آئینہ میری نگاہ میں
کیا جانے کون اپنی تجلّی دکھا گیا — جلوے تڑپ رہے ہیں جو میری نگاہ میں

قدسی سا رہنما بھی نہیں منزل آشنا
اے عشق پیچ وہ ہیں تری شاہراہ میں

آسماں والوں نے آنکھوں سے کیا ہے اہتمام ایک ہستی کا یہاں تک ہو چکا ہے احترام
ایک ذرّہ بھی نہیں محروم انوارِ جمال اللہ اللہ حُسن خود آرا کا حُسنِ انتظام
آج ہر ذرّہ زمیں کا روکشِ خورشید ہے جلوۂ حُسنِ ازل کا دیکھنا یہ اہتمام
مستعد ہیں آج وہ بجلی گرانے کے لئے جن نگاہوں نے کبھی دل کو کیا تھا شادکام

جلوہ ترا بسیط ہے گو ہے نقاب میں رنگت گلاب میں ہے چمک آفتاب میں
دل وجد میں ہے روح پہ طاری ہے ذوقِ رقص کیا چیز گونجتی ہے یہ تارِ رباب میں

جو دل میں تلاطم خیزی ہے وہ جوش کہاں ہے طوفاں میں
خاموش نہ بیٹھو دیوانو! جذبات کو لاؤ ہیجاں میں
ہے ہمّتِ مردانہ ایسی، ہے وسعتِ ہنگامہ اتنی
دنیا کے حوادث اُلجھے ہیں مجھ خاک نشیں کے داماں میں
جو مضمر حُسن تبسم ہے وہ رازِ فنا ہے برق میں کب
جو اُس کے لبوں میں شوخی ہے وہ کب ہے شاخ مرجاں میں
کیا حُسنِ ازل کے جلووں نے میخانہ پہ پرتَو ڈالا ہے
کیوں آج یہ کھچ کر آئی ہے اک دنیا بزمِ رنداں میں
اس عالمِ ہستی میں قدسی مجبور بھی ہے مختار بھی ہے
یوں جانئے جیسے اک قیدی آزاد ہو حدِّ زنداں میں

ہم عشق میں کچھ ایسے دیوانے بن گئے ہیں
ہستی سے اپنی گویا بیگانے بن گئے ہیں

کیا پوچھتے ہو کیا کیا دل پر گذر چکی ہے
میری تباہیوں کے افسانے بن گئے ہیں

ناکام التجائیں ، برباد آرزوئیں
اس ایک دل میں کتنے ویرانے بن گئے ہیں

ہر در پہ سجدہ ریزی اک مشغلہ ہے اُن کا
دنیا کے لوگ کیسے دیوانے بن گئے ہیں

دید کی کیا اُن سے استدعا کریں
دل کی آنکھوں سے نہ کیوں دیکھا کریں

ہو گئے وہ میرے دل میں جلوہ گر
لوگ دنیا میں اُنھیں ڈھونڈھا کریں

اُن کی شہرت تو بہت کچھ ہو چکی
کاش میرے دل کو بھی رُسوا کریں

تابِ نظارہ ہی جب دل میں نہ ہو
تابِشِ جلوہ کا کیوں چرچا کریں

شیوۂ قدسی ہے تسلیم و رضا
یہ کہاں ممکن کہ ہم شکوا کریں

دلِ برباد کا چرچا نہ کریں
اُن کے انداز کو رُسوا نہ کریں

وسعتیں ہیں ترے جلووں میں بہت
میری آنکھوں میں سمایا نہ کریں

بے خبر محوِ غمِ دوش رہیں
ہوش والے غمِ فردا نہ کریں

لب ہلاتے نہیں وہ بالیں پر
میرے جینے کا بھروسا نہ کریں

تابشیں حُسن کی اب پھیل گئیں
اُن سے کہدے کوئی، پروا نہ کریں

غم ہے اک چیز جہاں میں قدسی
کس لئے دل سے گوارا نہ کریں

میں شعلۂ عشقِ دل ستاں ہوں — سرمایۂ سوزِ جسم و جاں ہوں
ہر چند کہ وہم ہوں گماں ہوں — آئینۂ معنیٔ نہاں ہوں
اجمالِ مفصلاتِ تاریخ — فہرستِ صحائفِ زماں ہوں
بخشی ہے خدا نے سرفرازی — گو خاکِ قدومِ بندگاں ہوں

کیوں مجکو کہیں نہ قدسی الاصل
میں شانِ نمودِ قدسیاں ہوں

تختۂ مشقِ خیر و شر ہوں میں — گو کہ اک جزوِ مختصر ہوں میں
میری ہستی میں نور کامل ہے — شبِ امید کی سحر ہوں میں
جام سے واسطہ نہ مے سے غرض — مستِ مے خانۂ نظر ہوں میں
لاکھ عزلت کدہ میں رہتا ہوں — ہاں، مگر حشر کی خبر ہوں میں
مجھ سے اور اس قدر حجاب یہ کیا — مبتدا آپ ہیں خبر ہوں میں

طائرِ سدرۂ حقیقت ہوں
قدسی الاصل تیز پر ہوں میں

طے کی ہیں ہم نے سر سے محبت کی منزلیں — کیا ہے سوائے نقشِ جبیں راہ عشق میں
لایا ہے جوشِ وحشتِ دل اب وہاں ہمیں — جس دشتِ ہولناک میں لاکھوں ہیں مشکلیں

چھالے ہمارے پاؤں کے ہیں منزل آشنا پھر کیوں رہینِ منتِ بانگِ جرس نہیں

قدسی ہزار عشق کی منزل ہو پُرخطر
ہو رہبریِ شوق تو اک دم میں طے کریں

مہر و مہ بار تری بزم میں کب پاتے ہیں رات دن ٹھوکریں کھا کھا کے چلے جاتے ہیں
حبّذا عشقِ جنوں خیز کی رنگیں نظری ہر طرف ہنستے ہوئے پھول نظر آتے ہیں
آپ کا جلوہ گہِ ناز ہے آئینۂ دل طور ہی طور تصوّر میں نظر آتے ہیں

آہِ سوزاں سے نکلتے ہیں جو شعلے قدسی
تارے بن بن کے وہ گردوں پہ چھٹک جاتے ہیں

ارضِ نیاز پر نہ رہا اقتدارِ طبع ہے آسمانِ ناز پر اپنا وقارِ طبع
جذباتِ دل حریمِ محبت کے راز ہیں نا آشنائے درد کو کیا ہو عیارِ طبع
آنسو نہیں ہیں یہ مری آنکھوں میں ہم نشیں دل سے نکل رہا ہے جمودِ غبارِ طبع
بجلی سی ہے کہ قلب و جگر میں ہے مضطرب اک حشر ہو گیا ہے مجھے انتشارِ طبع
رگ رگ مرے گلو کی ربابِ حیات تھی نغموں کے انبساط میں نکلا غبارِ طبع
ہر گوشۂ قفس کو گلستاں بناؤں گا اب کے جنوں میں دیکھنا رنگِ بہارِ طبع
ہر ذرّہ میرے دل کا تجسس میں محو ہے اک درسِ جستجو ہے مرا انتظارِ طبع

ادا ادا ہو مجسّم، تمام نازِ لطیف حقیقۃً تمھیں حاصل ہے اک طرازِ لطیف

نگاہِ ناز میں اعجاز بھی ہے افسوں بھی
کہاں سے لائے گا کوئی یہ امتیازِ لطیف

علاجِ دردِ محبت، ارے معاذ اللہ
کہ درد ہی سے تو پیدا ہوا گدازِ لطیف

نہ پوچھیے کہ ہمیں کیوں ہوا ہے دورِ جنوں
ہمارے حال میں مضمر ہے ایک رازِ لطیف

نہ کر مذمتِ دل اے مری زبوں حالی
عطا کیا ہے اسی نے تو اک گدازِ لطیف

چلی ہی آتی ہیں نغموں کی دل میں لہریں سی
ربابِ جاں ہے حقیقت میں ایک سازِ لطیف

سینہ میں میرے بحرِ معانی تھا موجزن
میری زبان کھلتے ہی ظاہر ہوئے نکات

جی چاہتا ہے اب کہ وہی نغمۂ حرا
مردہ دلوں کے واسطے بن جائے اک حیات

شستہ زباں میں کیجیے قدسیؔ بیانِ حال
اظہارِ مدعا کو نہیں حاجتِ لغات

یہ دل تو نذرِ حقیقت ہے روزِ اوّل سے
نظر بھی ہو گئی ذوقِ مجاز سے فارغ

نہیں یہ غم کہ ہو انجام کیا محبت کا
ہوا ہوں فکرِ نشیب و فراز سے فارغ

عبورِ منزلِ تقویٰ تو کر چکا قدسیؔ
مگر نہیں ہے سجودِ نیاز سے فارغ

افسانے رنگ و بو کے مجھے یاد ہی نہیں
گل چینِ حسن میں ہوں مجھے گل سے کیا غرض

وحشت میں جو زبان پر آیا وہ کہہ دیا
بے ربط مدعا کو تسلسل سے کیا غرض

قدسیؔ ہے بے نیاز فریبِ نمود سے
سلطانِ بیخودی کو تجمل سے کیا غرض

ہر روز ایک تازہ قیامت کی ہے خبر
کیوں کر رہے ہیں اہل جہاں اہتمامِ زیست
قدسی ابھی سے کیجیئے اندیشۂ وفات
بے فائدہ ہے آپ کا یہ انتظامِ زیست

بے فائدہ نہیں ہے مرا دور بیہشی
رُسوائی آپ کی ہو جو آجائے مجکو ہوش
زاہد تجھے رموزِ حقیقت کی کیا خبر
قدسی سے یہ نہ پوچھ کہ کیوں ہے گلیم پوش

ابتدا و انتہا کا اک طلسی دَور ہے
ورنہ انجامِ خطِ پرکار ہے آغاز پر

ذرّاتِ دل نے دوش پر اپنے اٹھالیا
الفت کا بار، ہجر کا غم، اضطرابِ شوق

اُلٹی بساطِ زیست نظامِ نَفَس مٹا
باقی جہاں میں رہ گئے بیمار کے قصص
اب وہ نظامِ بزم نہ وہ رنگِ کیف مے
میخانہ میں ہیں قدسی میخوار کے قصص

کون ہے کون ہے یہ پردۂ حائل کے قریب
رہ گئی کوند کے اک برق مرے دل کے قریب
بے خبر راہ کی پیچیدگیاں کیا جانے
اُس سے پوچھے کوئی کھو جائے جو منزل کے قریب
حسرتیں ہیں، کہیں ارمان، کہیں امیدیں
ایک دنیا نظر آتی ہے میرے دل کے قریب

دیکھنا قدسیؔ برباد کہیں قیس نہ ہو
اک بگولا نظر آتا ہے جو محمل کے قریب

گلِ امید کھل جائیں اگر باغِ تمنّا ہیں   خدا جانے کہ پھر کیا عالم رنگینیٔ دل ہو
رسائی ہو حریم ناز ہیں تو اس طرح یارب   نہ درباں ہو، نہ حاجب ہو، نہ کوئی پردہ حائل ہو
ہزاروں آفتیں قدسیؔ کے دل پر آچکیں اب تک
خدا جانے نئی اب کون سی افتاد نازل ہو

نقاب اُلٹو جمالِ رُخ دکھا دو   مٹادو ظلمتِ ہستی مٹا دو
ہمیں برقِ تجلّی دیکھنا ہے   رہو پردے ہیں لیکن مُسکرادو
اگر ذوقِ تماشا ہے تو قدسیؔ
ذرا آئینۂ دل کو جلا دو

میرا سکون کیا ہے ، میری حیات کیا ہے   اک حُسن کا ترانہ ، اک عشق کا فسانہ
کیوں ہے ہراس تجکو روزِ جزا کا قدسیؔ
رحمت تو ڈھونڈھ لیگی بخشش کا اک بہانہ
وہ کیوں ہر ایک سے وعدہ نہ حشر کا کرتا   کہ جس کو مُنہ نہ دکھانا وہی گلا کرتا

ذرّے ذرّے ہیں ہے تابانی کا رنگ   دیکھنا عالم ذرا تنویر کا

جس دن سے ترے حُسنِ دل آویز کو دیکھا دیوانہ ترا پھر نہ کبھی ہوش میں آیا

قطراتِ اشک بن گئے زنجیرِ پائے شوق پھر کیوں گدازِ شمع مرا حالِ دل نہ ہو
تیرِ نظر کا زخم ملا ہے نصیب سے یارب کبھی جراحتِ دل مندمل نہ ہو
قدسی محال ہے رہِ الفت کی رہروی
پائے ثبات جبکہ ترا مستقل نہ ہو
چھن چھن کے پھیل جائے جہاں میں بہارِ حُسن اتنا تو جلوہ ریز کسی کا نقاب ہو

جلوے جمالِ رُخ کے بنے جنتِ نظر دنیائے دل پہ حُسنِ ازل ہو گیا محیط
پائی بُراق فکر پہ معراجِ باطنی سدرہ سے بڑھ کے نورِ حرا ہو گیا محیط
جبریلِ طبع رہ گیا راہِ دراز میں نورِ جمالِ روئے منوّر رہا محیط
پہنچا حریمِ ناز میں جب طائرِ خیال ٹوٹا حجاب، نورِ تجلّی ہوا محیط

دِل جمالِ یار کا اک خوشنما آئینہ ہے عشق کہتے ہیں جسے وہ قصۂ پارینہ ہے
کام کیا ہے رہروانِ عشق کو اسباب سے بام پر جانے کو سایہ بے نیازِ زینہ ہے
دیکھئے حُسنِ نظر سے میرے دل کو دیکھئے آپ کی تصویر ہے جس میں یہ وہ آئینہ ہے
سامنے آنے میں اب کیا دیر ہے پردہ نشیں
رازِ دل قدسی کا پوشیدہ نہیں آئینہ ہے

ہر ایک راہروِ عشق ایک راہ میں ہے — فقیر میں بھی وہی ہے جو بادشاہ میں ہے
شرارتیں تری آنکھوں کی صاف کہتی ہیں — چھپا ہوا کوئی فتنہ تری نگاہ میں ہے
الٰہی کون بیاباں میں آنے والا ہے — کہ اضطرابِ بلا کا غبارِ راہ میں ہے

ہو نالۂ سحری یا دعائے نیم شبی — مقامِ عشق میں ہر التجا ہے بے ادبی
فنائے ذوق ہے سیرابِ دید ہو جانا — بقائے عشق اتم ہے کمالِ تشنہ لبی
تم اپنے حُسن کا دلکش نظام تو دیکھو — یہ مانتا ہوں کہ ہے ذوقِ دید بے ادبی
سمجھ رہے ہیں مجھے اب وہ رحم کے قابل — اثر میں ڈوب رہی ہے دعائے نیم شبی
سنبھل سنبھل دلِ وارفتہ کیا ہوا ہے تجھے — حریمِ ناز میں اچھی نہیں ہے بے ادبی

کہیں حجاب، کہیں بے حجابیاں قدسیؔ
تاثراتِ محبت کی ہے یہ بوالعجبی

بن گئے وہ کارسازِ زندگی — جانتے تھے جو نہ رازِ زندگی
دل کا نغمہ تھا مجازِ زندگی — ہو گیا بشکستہ سازِ زندگی
دل ہی تھا اک کارسازِ زندگی — اب کرے گا کون نازِ زندگی
عمر کی گھڑیاں ہی سب گنتے رہے — آج تک سمجھے نہ رازِ زندگی

اب تو آمادہ ہے قدسیؔ موت پر
عمرِ رفتہ کو ہو نازِ زندگی

روئے تو اپنے حال پہ رویا کرے کوئی
بے اعتنائیوں کا نہ چرچا کرے کوئی

جب دل میں سوز و ساز نہ پیدا کرے کوئی
پھر کیوں تجلّیوں کی تمنا کرے کوئی

فصلِ بہار و دَورِ خزاں ساتھ ساتھ ہیں
کیا ایسی زندگی کا بھروسا کرے کوئی

تکمیلِ فکرِ دوش ہی جب ناتمام ہو
پھر کیوں شکایتِ غمِ فردا کرے کوئی

مانا نگاہِ ناز کی شہرت ہے چار سو
اے کاش میرے دل کو بھی رسوا کرے کوئی

رہتے ہیں اس لئے وہ حجاباتِ قلب میں
باطن کی آنکھ سے اُنھیں دیکھا کرے کوئی

کچھ کم نہیں ہے شہرۂ تنظیمِ بزمِ ناز
کیوں انتظارِ محشرِ برپا کرے کوئی

ہر ذرّہ کائنات کا پُرنور ہو گیا
اب دل کی ظلمتوں میں اُجالا کرے کوئی

دل کو فنا پذیر تجلی سے کیا غرض
آنکھوں میں نُور بن کے سمایا کرے کوئی

پردہ دری پہ ہو گئی آمادہ چشمِ تر
اب اہتمام خاص سے پردا کرے کوئی

قدسی کہاں نہیں ہیں کسی کی تجلیاں
وسعت ذرا نگاہ میں پیدا کرے کوئی

نظر آیا وہ نورِ یزدانی
دل ہے اور دل کی جلوہ سامانی

تم نے صورت نہ میری پہچانی
میں ہوں اک رہنمائے روحانی

آفریں اے دعائے نیم شبی
ہوگئی مشکلوں میں آسانی

اک تلاطم ہے قلبِ مضطر میں
عشق ہے اور فتنہ سامانی

میری بالیں پہ چپ کھڑے ہیں وہ دل ہی دل میں ہے کچھ پشیمانی
زندگی میری چند سانسیں ہیں کیوں چھپاتے ہو شکل نورانی
آستانہ ہے آپ کا قدسیؔ
ایک خلوت سرائے عرفانی

یہ غرورِ حسنِ شباب ہے کہ سرور جام شراب ہے
نہ وہ اہتمامِ حجاب ہے نہ وہ بندوبستِ نقاب ہے
وہ تلاشِ وذوقِ نمود میں تو خود آئے منظرِ عام پر
کوئی آنکھ بھر کے نہ دیکھ لے فقط اس لئے یہ حجاب ہے

اللہ ری دیوانگیِ زلفِ پریشاں ہے حُسن کی دنیا پہ گھٹا چھائی ہوئی سی
کیا زلفِ معنبر کی اُڑا لائی ہے خوشبو کیوں ہے یہ نسیمِ سحر اترائی ہوئی سی
اُس عارضِ رنگیں کی وہ رعنائی ہے قدسیؔ
پھولوں کی لطافت بھی ہے شرمائی ہوئی سی

آج اُس شوخ نے گلے مل کے اور ارماں بڑھا دئے دل کے
کچھ کمی سی ہے درد میں دل کے آ گئے کیا قریب منزل کے
بزم خلوت کی آرزو ہے اگر سیکھ آداب اُن کی محفل کے
کیوں عنادل میں شور برپا ہے راز افشا ہوئے ہیں کیا دل کے

دل دھڑکتا ہے کیوں ترا قدسی
مل گئے کیا نشان منزل کے

آرزو ہے کہ دل گداز بنے — درد کی راہ کچھ دراز بنے
ارضِ دل جلوہ گاہِ ناز بنے — زندگی کا اک امتیاز بنے
دل بنے اور گنجِ راز بنے — یعنی دنیا سے بے نیاز بنے
پائے گا منزلِ حقیقتِ عشق — پہلے دل حاصلِ مجاز بنے
بہر نغماتِ غیب لازم ہے — اپنی ہستی کا ایک ساز بنے
کام سب کے بنا دئے تو نے — میری بگڑی بھی کارساز بنے

منکشف ہوں گے راز سب قدسی
آشنائے نیاز و ناز بنے

کب سے ہوں تیرا منتظر روئے حسیں دکھا بھی دے — کیوں ہے حجاب اس قدر پردۂ رُخ اٹھا بھی دے
دیر نہ کر مغنیہ حُسنِ ادا کا واسطہ — نغمۂ درد آفریں آکے مجھے سُنا بھی دے

کس کو خبر کہ پائے گا منزلِ ناز کا نشاں — راہ کی ساری مشکلیں کوئی اگر اُٹھا بھی لے
قطرۂ اشکِ مضطرب برگِ گُلِ حسیں پہ ہیں — موجِ نسیم گود میں چند گہر اُٹھا بھی لے

اگر مرنا مرا ثابت نہیں ہے — تو کیوں دَورِ وفا اندوہگیں ہے

جسے سمجھی ہے کفرِ عشق دنیا — حقیقت میں وہی تو اصلِ دیں ہے
بتا دوں کائناتِ دل بتا دوں — تمھاری یاد ہے اور کچھ نہیں ہے
حجاباتِ نظر بے فائدہ ہیں — جہاں تم ہو مرا دل بھی وہیں ہے

میں اُن پر اس لئے مرتا ہوں قدسی
حیاتِ جاودانی کا یقیں ہے

تیری روپوشی کا باعث کثرتِ انوار ہے — تیرا پردہ ہی حقیقت میں ترا اظہار ہے

اُٹھا طوفان ایسا بھی بیابانِ محبت میں — ہزاروں کارواں اُڑتے ہوئے اس راہ میں دیکھے

مرے رفیق مری مرگ کا نہ رنج کریں — میں جا رہا ہوں کہیں موت کے بہانہ سے

میں ایسا کھو گیا ہوں اُن میں قدسی — مری تصویر میں صورت ہے اُن کی

نہ رہینِ شکوہ دہن مرا، نہ شکایتوں سے لب آشنا — نہ زباں جس کی کھلی کبھی میں وہ نوحہ زارِ خموش ہوں
جو ہے محوِ جلوۂ دلکشا، جو ہے رہنِ وحشتِ جوش زا — میں وہی تو حلقہ بگوش ہوں میں وہی تو خانہ بدوش ہوں

طلبِ حقیقتِ حُسن ہے تو نمودِ عشقِ مجاز بن — تجھے شوقِ آئینہ ہے اگر تو نگاہِ آئینہ ساز بن

نہ اُٹھے ہوں پردے حجاب کے نہ ہوا ہو دل ترا آئینہ
نہ کُھلی ہوں تجھ پہ حقیقتیں تو اسیرِ حُسنِ مجاز بن

افسانہ قیس کا ہو کہ احوال کوہکن
ٹکڑے کہیں کہیں سے مری داستاں کے ہیں

جبیں نقشِ کفِ پا پر کرے سجدات روحانی
اسی منزل کو اے قدسی مقامِ عشق کہتے ہیں

رُخ بھی وحشت میں نہ تھا میرا بیاباں کی طرف
کیوں لئے جاتے ہیں مجکو لوگ زنداں کی طرف
قافلے والو، نہ پوچھو میری منزل کا نشاں
کیا خبر کیوں جا رہا ہوں میں بیاباں کی طرف
خیر قدسی کی نہیں بدلا نظر آتا ہے رنگ
لے چلی ہے وحشت دل کوئے جاناں کی طرف
ذوقِ نظر نگاہِ ناز، روح فزا بہارِ رخ
دل ہے فدائے بے رُخی چشمِ طلب نثارِ رُخ
رمزِ فنا نگاہ میں، رازِ حیات زیرِ لب
قہر کبھی کرم کبھی دیکھ لیا عیارِ رُخ
زیست پہ قدرتِ کمال، موت پہ قبضۂ اتم
واہ ری شانِ دل ربا واہ رے اختیارِ رُخ
نورِ جمالِ بے بہا، رونقِ گلستانِ دہر
ذوق فروز رنگِ رُخ، روح فزا بہارِ رُخ
عاشقِ بے قرار نے سیکڑوں کیں خوشامدیں
پھر بھی ادھر نہ رُخ کیا جان کے اُس نے عارِ رُخ

گوشۂ قلب ہی تو ہے منزلِ سوز و سازِ عشق
حُسن کی جلوہ گاہ ہے بارگہِ مجازِ عشق

حسن کے جلوہ زار ہیں وجہِ بہار ہے یہی ۔۔۔ میری نظر سے پوچھئے خوبیِ دل نوازِ عشق

بندۂ حُسن دل بنا اس میں مرا قصور کیا ۔۔۔ کیوں ہے غضب کی دلکشی صورتِ دل نواز میں

ظاہرِ حُسن اک جھلک، باطنِ حُسن اک ادا ۔۔۔ مجھ پہ حقیقتیں کھلیں انجمنِ مجاز میں

اس رحمتِ تمام پہ قربان جائیے ۔۔۔ سو سو ثواب ہیں مرے اک اک گناہ میں

میری بربادیوں کا کیا کہنا ۔۔۔ مٹنے والوں کی داستاں ہوں میں

دیکھ لو دیکھ لو مری صورت ۔۔۔ ایک دو دم کا میہماں ہوں میں

پیر کہتے ہیں کیوں مجھے قدسی

درحقیقت ابھی جواں ہوں میں

میسّر گرچہ خلوت بود شب جائیکہ من بودم ۔۔۔ ز رعبِ حُسن حیرت بود شب جائیکہ من بودم

بہر دردے دوا شد گوشۂ چشمِ غضب آگیں ۔۔۔ پریشانم چہ حکمت بود شب جائیکہ من بودم

بہر لب نالۂ پیہم بہر دل شورشِ ماتم ۔۔۔ بمرگم طرفہ حسرت بود شب جائیکہ من بودم

بہ آغوشش صبا آمد شمیمِ گیسوئے مشکیں ۔۔۔ عجب مستانہ نکہت بود شب جائیکہ من بودم

بچشمِ ظاہری شمعِ جمالِ معنوی روشن ۔۔۔ مجاز اندر حقیقت بود شب جائیکہ من بودم

بہ شیشہ بادۂ رنگیں بہ بر آرامِ دل قدسی

بہ گردشں جامِ عشرت بود شب جائیکہ من بودم

جلووں کی فراوانی آنکھوں میں سمائی ہے — آخر میں چھپاؤں گا اندازِ جنوں کب تک
جذبات کی نیرنگی دم لینے نہیں دیتی — میں صورت آئینہ خاموش رہوں کب تک
ہمدم مرا افسانہ گو راز محبت ہے — لیکن نہ کہوں کب تک پھر یہ کہ کہوں کب تک

مسکرا کر دیکھ میری زندگی ہو جائے گی — ظلمتِ ہستی میں اک تابندگی ہو جائے گی
نذرِ تیغ ناز ہونے کے لئے دل چاہیے — اُف بھی لب پر موجبِ شرمندگی ہو جائے گی

وہ دل رہا نہ اب وہ زمانہ شباب کا — مُنہ دھو رہا ہوں میں عرقِ انفعال سے

دیکھو تو ذرا دیوانے کو کیسی ہے یہ مدہوشی — سجدہ بھی کیا پیمانے کو اللہ رے مَے نوشی
چپ رہنے میں کیفِ الفت ہے کہیئے نہ زباں سے کچھ — کیجے نہ بیاں افسانے کو اک چیز ہے خاموشی
بے تابیِ رہرو دیکھو تو آندھی سے فزوں تر ہے — بے چین ہے منزل پانے کو اللہ ری رہ کوشی
طے کر لئے درجے تقویٰ کے قدسی نے جوانی میں
اب اوج ہوا میخانہ کو ہے مے سے ہم آغوشی
آنکھیں تھیں ساقیِ کوثر کی یا گردش تھی پیمانے کی — رندوں کو خبر مستی میں تھی اپنی نہ کسی بیگانے کی
ہمراز نہ پوچھ کہ کیا گزری مجھ دشت نورد پہ وحشت میں — تشریح کوئی کس دل سے کرے اُس درد بھرے افسانے کی

جب حُسن سے آنکھیں چار ہوئیں اک برقِ تجلّی دل پہ گری وہ طور کہ جس کی شہرت ہے اک دُھن ہے مرے افسانہ کی

ہر عبارت سے ہیں ظاہر معنیٔ انمام زیست ہر ورق ہے میرے دل کا اک کتابِ زندگی
سعیِ پیہم سے قدم پیچھے نہ ہٹنا چاہیئے ہو رہیں گے اک نہ اک دن کامیابِ زندگی
مکتبِ دنیا سے اے قدسی سبق حاصل کرو
ختم ہو جائے گا اک دن یہ نصاب زندگی
چشم بینا ہو تو ہر شے ہے محبت کا سبق ذرّے ذرّے سے عیاں حُسن کی رعنائی ہے

اُڑائیں نکہتیں زلفِ دوتا کی بلائیں لیجیئے بادِ صبا کی
خدا کی شان دیکھو، عاشقی ہیں اثر کے واسطے ہم نے دعا کی

بہ خانقاہ مرو از خیال خامِ نشاط گدائیٔ درِ میخانہ بہ بکامِ نشاط
بیا بمن کہ مکافاتِ عہد زہد کنم نمودہ اند بہ میخانہ اہتمامِ نشاط
دلم خراب ز دنیا شراب خانہ کجاست کہ داغِ رنج بشوئیم زیک دو جامِ نشاط
بہ میکدہ ز صراحی، بہ مسجد از سجدہ بہر طریق بجوئیم مدام کامِ نشاط
بیا بہ میکدہ و ہیچ غم مخور زاہد کہ مے فروش کریم ست و مے بہ جامِ نشاط
بدہ بدہ قدحے از مئے ازل ساقی کہ تا ابد بہ دلِ ما شود قیامِ نشاط

اگر مقامِ رضا یافت پیر در صد سال رسید رند بہ یک جام بر مقامِ نشاط
چہ خوش بود کہ بہ بخشد خدائے بخشندہ روند رند بہ واعظ پئے سلامِ نشاط
گہے کہ عشق بہ قدسی حوالہ میکردند
بدست دخترِ رز دادہ شد زمامِ نشاط

چشم جادو نہ صورتِ زیبا دلبری کے لئے ہے ناز کی شرط
حُسن کو عشق کی ضرورت ہے ناز کے ساتھ ہے نیاز کی شرط

بخت رسانے سلسلۂ دل ملا دیا وہ طالبِ نیاز ہے میں ہوں فدائے ناز
اللہ رے فرازِ تخیل کہاں گیا اے دل ادب کہ آگئی خلوتسرائے ناز

انسان میں ہے جلوۂ حُسنِ کمالِ روح باطن کی آنکھ چاہیئے بہرِ جمالِ روح
رازِ درونِ پردہ ز رندانِ مست پرُس زاہد کو کیا خبر کہ ہے کیا اتصالِ روح
اللہ رے ذوقِ رفعتِ قدسیِ پاکباز
کرکے عروج سدرہ پہ پہنچا کمالِ روح

میں ہی کچھ تیرے تجمل کی نہیں ہوں تشریح خود ترے حُسن نے ہر حُسن پہ پائی ترجیح
تیرے رخسار سے نسبت ہے بھلا کیا گُل کو پھول خود کرتے ہیں زیبائشِ رُخ کی تصریح
تیری آنکھوں سے عیاں برقِ تجلی کا وجود تیری صورت نے ہوالنّور کی کردی تشریح

نازوالے ترے ہر ناز پہ سو جاں سے نثار　　تیری ہر شان ادا زندہ دلوں کی تفریح
تیرے اطوار سے ہے تیرا تجمل ظاہر　　تیرے انداز سے ہے تیرے شرف کی تصحیح
شان والوں سے ہے ممتاز تری شانِ جمال　　سارے عالم کے حسینوں پہ تجھے ہے ترجیح
تیرے اقوال سے ہر علم کا دروازہ کھلا　　تیرے اعمال سے ہوتی ہے عمل کی توضیح

ایک لمحہ بھی نہیں ذکر سے غافل قدسی
سارے ذرّات مرے دل کے ہیں محوِ تسبیح

کون یاد آگیا مجھے ، کہ بنی　　پردۂ اشک آستینِ نیاز
نکتہ داں جانتے ہیں رمزِ طلب　　منزلِ ناز ہے قرینِ نیاز
بچھ ہی جا اے دلِ فسُردۂ عشق　　عرش کے پاس ہے زمینِ نیاز
ہوگیا وہ مجاز میں ظاہر　　محو سجدہ ہو اے جبینِ نیاز
فلسفہ ہے نیازمندی کا　　یعنے بننا ترا امینِ نیاز

ہوگیا ناز آفریں کے لئے
قدسیِ بے ریا رہینِ نیاز

آج آوارۂ منزل کا فسانہ سُن لو　　یعنے گم گشتگیِ دل کا فسانہ سُن لو
نہ سُنو حُسن کا رنگین ترانہ نہ سُنو　　آؤ آوارگیِ دل کا فسانہ سُن لو

زندگی بھر کے لئے رازِ ہدایت ہوگا
ایک دن قدسیِ کاہل کا فسانہ سُن لو

اُن کی نگاہِ ناز میں افسوں نہیں ہے اب رگہائے دل میں یا اثرِ خوں نہیں ہے اب
دل کے تمام تار پراگندہ ہوگئے نالہ بھی میرے قلب کا موزوں نہیں ہے اب

ذوق افزا ہوا تکلّم لب وجد میں لائے گا ترنّم لب
لن ترانی سے میرا کیا ہوگا برق پاشی کرے تبسّم لب

تو ذکرِ حق کن و قدسی صفات و ذات مپرس
کہ عاقلاں ہمہ اینجا چو مست خاموش اند

ابر آئے، گُل کھلیں، باغِ جہاں میں کچھ بھی ہو
وہ جوانی جاچکی، وہ ولولہ جاتا رہا
دو گھڑی دل ہی بہلتا تھا خیالِ یار سے
مدتیں گذریں کہ وہ بھی مشغلہ جاتا رہا

صاف ہونا چاہیئے دل طالبِ دیدار کا ذرّہ ذرّہ آئینہ ہے جلوہ گاہ یار کا
حضرتِ موسیٰ کا غش کھانا تعجب خیز تھا یاں تو آنکھیں کھُل گئیں جلوہ جو دیکھا یار کا
میں قیامت کے اُٹھانے سے بھی اُٹھ سکتا نہیں جنتِ راحت ہے سایہ آپ کی دیوار کا
بے سبب قدسی نہیں یہ در بدر کی ٹھوکریں
ڈھونڈتا ہوں راستہ دولت سرائے یار کا

ہائے ناکام تمنا آج تجکو کیا ہوا
جو عیادت کے لئے آیا، گیا روتا ہوا

اس قدر صیاد سے رہتا ہوں میں سہما ہوا
دم نکل جاتا ہے گلشن میں اگر کھٹکا ہوا

چاک دیکھا جب گریباں میں تو وحشت نے کہا
آپ سے باہر نکلنے کے لئے رستہ ہوا

کون کھاتا رات دن دیر و حرم کی ٹھوکریں
خیریت گذری کہ بندہ آپ کا بندہ ہوا

حسرتوں کا خون ہوتا ہو تو ہونے دیجئے
دل رہے قدسی فنا کے رنگ میں ڈوبا ہوا

مرگ ہے پردہ کشائے رُخِ ملکِ جاوید
زندگی کے ہیں حجابات میانِ برزخ

زندگانی میں ہے دشوار سمجھنا قدسی
اک معمہ ہے ہر اک رازِ نہانِ برزخ

لبِ شیریں سے ہے حاصل تلمیذ
اس لئے ہیں مرے الفاظ لذیذ

آئے وہ پھول چڑھانے کے لئے
نقشِ حب تھا کہ لحد کا تعویذ

جان حامل ہے اشاراتِ قِدم کی لیکن
دل کا میدانِ مصفا ہے بیابانِ حدوث

دل کر رہا ہے آج گلستاں سے چھیڑ چھاڑ
پھولوں سے چھیڑ چھاڑ ہے ریحاں سے چھیڑ چھاڑ

اللہ رے ذوقِ مرگ جوانانِ عشق کا
جانباز بن کے کرتے ہیں پیکاں سے چھیڑ چھاڑ

کیوں لذتِ خلش کی بہاریں نہ لوٹتے ‏ — زخمِ جگر کی ہو گئی مژگاں سے چھیڑ چھاڑ
رازِ خفی تہیۂ گریہ کا کھل گیا ‏ — کی جوشِ سیلِ اشک نے طوفاں سے چھیڑ چھاڑ
عشقِ جنوں نواز میں گھبراؤں کیوں کہ ہے ‏ — داماں سے چھیڑ چھاڑ گریباں سے چھیڑ چھاڑ

رنگِ رُخ میرا لہو کے ساتھ اڑتا ہے، اُڑے ‏ — ڈر یہ ہے دستِ حنائی کا اُڑا جاتا ہے رنگ

تو نہ جان راہ کی مشکلیں، تو نہ دیکھ منظرِ خوف زا
تو نہ گن کہ کتنے اسیر ہیں یہ حساب یک صدو بیج ہیچ
مجھے بے نیاز بنا دیا کسی ناز والے خیال نے
ہے بلا مبالغہ دل غنی، ہے نظر میں دولت و گنج ہیچ

حسنِ نظر کی ہر فضا ایک فضائے مست ہو ‏ — اُس کی نگاہ سے اگر شیشۂ دل شکست ہو
پہلے تو دل کو نذر کر تا کہ شباب مست ہو ‏ — جان نثار کرنے کا پھر کوئی بندوبست ہو
آہ وہ کر کہ ہو فنا ساری یہ کائناتِ کن ‏ — پھر وہی نغمۂ ازل اور وہی الست ہو

سحر کی کچھ تو صورت ہو شبِ غم ‏ — مریضِ درد کو چادر اُڑھا دو
تمنائیں مٹا کر کیا ملے گا ‏ — مٹاتے ہو تو ہستی کو مٹا دو

کر مشق نہ اوچھے واروں کی رہ جائے گی خامی ہاتھوں میں
ہو تیغ چلانا قدسی پر تو ہاتھ نئے انداز کے سیکھ

ساز ہستی نہ رہا حامل بار نغمہ
بے غرض ہو گئے مضراب سے تار نغمہ

شاد باش اے دلِ ناشاد کہ ہے قابلِ دید
محفلِ ناز میں تصویرِ بہارِ نغمہ

سازِ ہستی میں بجیں عشق و محبت کی گتیں
میرے جذبات اُڑے بن کے غبارِ نغمہ

ہمنوا بربطِ رنگیں کو ذرا چھیڑ تو دے
دیکھنی ہے ہمیں تنظیم عیارِ نغمہ

تار ہائے نفس و سازِ ربابِ ہستی
ان ہی اجزا پہ ہے بس دار و مدارِ نغمہ

دل کشی ہے مرے نغماتِ محبت میں کہ سحر
آج رنگینیٔ محفل ہے نثارِ نغمہ

نالے پہنچے ہیں فلک پر کہ دکھائیں قدسی
آسماں والوں کو بھی رنگِ وقارِ نغمہ

غافل مباش اے دلِ آسودگی پسند
وجہ سکوں ہے تیرے لئے انتہائے درد

آنکھیں ہیں منتظر کہ وہی جلوہ ہائے حسن
ہو جائیں پھر جہاں کے لئے اک بنائے درد

ناشر
سیّد ابرار حبیب مدیر مکتبہ ناصریہ
آستانہ مُبارک بھوپال